KASHMIR
Brutality
تنازعہ جموں و
کشمیر
(تقسیمِ برصغیر کا نامکمل ایجنڈا)
Violence

تنازعہ جموں وکشمیر

(تقسیمِ برصغیر کا نامکمل ایجنڈا)

--------ناشر--------

ہلال پبلیکیشنز، ہلال روڈ، راولپنڈی کینٹ

جملہ حقوق بحق شعبہ تعلقاتِ عامہ افواجِ پاکستان محفوظ ہیں۔

اشاعت: فروری 2020ء
کتاب: تنازعہ جموں و کشمیر (تقسیمِ برصغیر کا نامکمل ایجنڈا)
ISBN نمبر: 978-969-7632-09-1
تالیف و ترتیب: شعبہ تعلقات عامہ افواجِ پاکستان، ہلال روڈ، راولپنڈی
فون: 051-9271617, 051-9272866
ای میل: publications@hilal.gov.pk
قیمت: 500 روپے
مطبع: خورشید پرنٹرز، اسلام آباد

فہرست

1	حرفِ آغاز		6
2	کشمیر (نظم)	علامہ اقبال	9
3	کشمیر کا تاریخی پس منظر	شمیم اختر	10
4	ریاستوں کے الحاق کی داستان	میر غلام احمد کشفی	23
5	جدوجہد آزادی کشمیر	محمد ممتاز اقبال ملک	34
6	شہ رگ پاکستان	پروفیسر ڈاکٹر منیر الدین چغتائی	38
7	تحریک آزادی کشمیر	فتح محمد ملک	42
8	مسئلہ کشمیر اور پاکستان کا کردار (قائد اعظمؒ کی نظر میں)	اظہر مسعود	47
9	لہرا کے رہو پرچم (نظم)	حبیب جالب	57
10	کشمیر اور اقبال	میر غلام احمد کشفی	59
11	مقبوضہ کشمیر: برصغیر کی تقسیم کا نامکمل ایجنڈا	ملیحہ سید	62
12	کشمیر، کل اور آج	جبار مرزا	67
13	کشمیر، برصغیر کا رستا ہوا زخم	سمیع اللہ خان	80
14	کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی	محمد منیر، اویس خالد	88
15	خطہ کشمیر کے سرفروشوں کو سلام	الطاف حسن قریشی	93
17	عالمی ضمیر کی بے بسی کی منہ بولتی تصویر	حجاب حبیب جالب	97
18	بھارتی فوج اور دریدہ مقبوضہ کشمیر	سلوی لاسر	101

19	عزم نیا ہر ظلم کے سامنے لائے ہیں (نظم)	جاوید احمد	113
20	کشمیر کی تحریک آزادی، برہان وانی کی شہادت	محمد اشرف وانی	115
23	مسئلہ کشمیر۔ پاکستان اور انڈیا مثبت سمت کی جانب کیسے بڑھیں؟	فاروق اعظم	121
26	مقبوضہ کشمیر میں قبرستان کی سی خاموشی ہے	عفت حسن رضوی	126
28	مقبوضہ کشمیر میں آرٹیکلز 370 اور A-35 کا خاتمہ۔	شمیم اختر	129
29	کشمیر کی آزادی۔ اب یا کبھی نہیں	محمود شام	132
30	نمودِ سحر (نظم)	اویس الحسن	148
31	نیا کشمیر (نظم)	احمد فراز	150
32	کشمیر بنے گا پاکستان	طاہر پرواز	152

انتساب

خطۂ کشمیر کے اُن سرفروشوں کے نام
جو کئی دہائیوں سے غلامی کی زنجیروں کو توڑنے
کے لیے قربانیاں پیش کر رہے ہیں

حرفِ آغاز

آزادی ہر انسان کا بنیادی اور فطری حق ہے۔اس حق آزادی کو جس طرح اسلام نے تسلیم کیا ہے اسی طرح اقوام عالم کے بنیادی انسانی حقوق کے چارٹر میں بھی تسلیم کیا گیا ہے۔لیکن بدقسمتی سے دنیا کے خوبصورت ترین خطے مقبوضہ کشمیر میں ایک طویل عرصے سے انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزیاں کی جارہی ہیں۔افسوس! اس حوالے سے دنیا کی یہ خاموشی انسانی حقوق اور آزادی کے علمبرداروں کے لیے لمحہ فکریہ بن چکی ہے۔

دنیا یہ حقیقت تسلیم کرتی ہے کہ 1947ء میں جس قانونِ آزادیِ ہند کے تحت پاکستان اور ہندوستان معرض وجود میں آئے اس کے مطابق کشمیر کے لوگوں کو اپنی مرضی کے مطابق الحاق کا موقع نہیں دیا گیا۔ بلکہ ایک مطلق العنان حکمران نے ہندوستان سے ساز باز کر کے لاکھوں کشمیریوں کے حق آزادی پر ایک گھناؤنا وار کیا جس کے منفی اثرات سے آج تک کشمیر کے عوام بڑی جرأت سے نبرد آزما ہیں۔خطۂ کشمیر پاکستان کی تشکیل وتکمیل اور بقاء کے پیش نظر جغرافیائی، تاریخی، معاشی اور مذہبی اعتبار سے بے حد اہمیت کا حامل ہے۔اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کشمیر کی حیثیت پاکستان کی نظریاتی حدود کے لیے رگِ جان کا درجہ رکھتی ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ 1846ء میں برطانوی حکمرانوں نے ایک بیع نامہ کے تحت 75 لاکھ نانک شاہی کے عوض ریاست کشمیر کو فروخت کر دیا۔ جو کہ تاریخ عالم اور انسانیت کی پیشانی پر ایک بدنما داغ ہے۔ 1947ء میں ایک بار پھر کشمیر کے عوام کی مرضی کے خلاف انہیں ہندوستان کی غلامی میں دے دیا گیا۔

آج بھی وادیِ کشمیر کا گوشہ گوشہ لہو رنگ ہے۔غاصب بھارت کشمیر پر اپنا تسلط برقرار رکھنے

کے لیے انسانیت سوز مظالم ڈھا رہا ہے، مگر ان کے یہ تمام مظالم وہاں کے عوام کے جذبہ آزادی کو کچلنے میں پوری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ بھارت اس صدی کا سب سے بڑا جارح ہے۔ بھارت مقبوضہ جموں وکشمیر میں آزادی کی پُرامن جدوجہد کرنے والوں کی عددی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کی کئی سال سے مسلسل کوشش کر رہا تھا۔ جس کا ثبوت غاصب بھارت کی مودی سرکار نے 5 اگست 2019ء کو کشمیر کی خصوصی حیثیت آرٹیکلز 370 اور 35A کو ختم کر کے خود کو مہذب دنیا کے سامنے بے نقاب کر دیا ہے۔ بھارت کے اس اقدام کے خلاف نا صرف کشمیر بلکہ دنیا بھر میں شدید احتجاج کیا گیا اور وہاں کی عوام نے کشمیریوں کے ساتھ بھرپور انداز میں اظہار یکجہتی کیا۔ عالمی میڈیا نے بھی مسئلہ کشمیر خوب اجاگر کیا جس سے یہ حقیقت دنیا پر آشکار ہوگئی کہ یہ ایک متنازعہ مسئلہ ہے جسے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق ہی حل ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی وادی کا بچہ بچہ آزادی کا پرچم اٹھائے متاع زیست کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار نظر آتا ہے۔ کشمیری عوام جو ایک طویل عرصے سے آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ وہ کسی صورت اپنے حق آزادی سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ جبکہ بھارتی جارحیت اور بے گناہ کشمیریوں کے ساتھ بھارت کا ناروا سلوک کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

درحقیقت مسئلہ کشمیر ہی پاکستان اور بھارت کے درمیان تنازعہ کی بڑی وجہ ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان تین بڑی جنگیں ہو چکی ہیں اور متعدد مرتبہ وہ جنگ کے دہانے پر پہنچ چکے ہیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی میں ہمسایہ ممالک کے ساتھ پرامن تعلقات بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ مگر بھارت روایتی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خطے کے امن کو تباہ کر رہا ہے۔ بھارت نے پاکستان کے متعلق مستقل پروپیگنڈا مہم شروع کر رکھی ہے۔ وہ LOC کی مسلسل خلاف ورزی کر کے اپنے پاگل پن کا ثبوت دے رہا ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں جاری ظلم وستم اور بھارتی جارحیت سے توجہ ہٹانا اور ریاستی دہشت گردی کا جواز یہ پیش کرنا کہ یہ دہشت گردی پاکستان کی طرف سے ہو رہی ہے، ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے۔

اب وقت آ گیا ہے بھارت کو کشمیر سے نکلنا ہوگا اور پاکستان کے ساتھ مثبت سمت کی جانب قدم بڑھانے کے لیے اپنے جنگی عزائم ترک کرنا ہونگے ورنہ حالات بد سے بدتر ہوتے جائیں گے۔ اس سے نہ صرف بھارت کو نقصان ہوگا بلکہ دنیا کا امن بھی شدید خطرے سے دوچار ہوجائے گا۔ کیونکہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا یہ مقدمہ محض کشمیری عوام یا پاکستان کا نہیں بلکہ انسانی حقوق سے جڑے تمام عالمی اداروں کا بھی ہے جس کو عالمی سطح پر تسلیم شدہ حقائق کی روشنی میں فوری طور پر حل ہونا چاہئے۔

بلاشبہ مسئلہ جموں و کشمیر ایک ایسا سوال ہے جو دنیا کے تمام آزاد اذہان اور ایوانوں پر آج بھی دستک دے رہا ہے۔ پاکستان کی عوام اور بہادر افواج کل بھی کشمیری بھائیوں کی جدوجہد میں شامل تھیں، آج بھی پوری تندہی سے اِس جہدِ مسلسل میں شامل ہیں اور اِنشاء اللہ اِس مسئلے کے حل تک کشمیر کے غیور عوام کے شانہ بشانہ رہیں گی۔ افواجِ پاکستان کا میگزین ''ہلال'' جس کا اجرا جولائی 1948ء میں ہوا، جدوجہدِ آزادیِ کشمیر کے تمام ادوار میں ایک نمایاں آواز بن کر اپنا قومی فریضہ انجام دیتا رہا۔ یہ کتاب ''تنازعہ جموں وکشمیر'' دراصل ''ہلال'' میں شائع ہونے والے ایسے ہی چند منتخب مضامین کا مجموعہ ہے جو پڑھنے والوں کو مسئلہ جموں و کشمیر سے جڑے حقائق سے آگاہی دینے کے ساتھ ساتھ کشمیری اور پاکستانی عوام کی قربانیوں، امنگوں اور جذبات کی ترجمان بھی ہے۔ امید ہے یہ کاوش تمام قارئین بالخصوص نوجوان نسل کو مسئلہ جموں و کشمیر سے روشناس کرانے میں ممد و معاون ہوگی۔

میجر جنرل آصف غفور
ڈائریکٹر جنرل
اِنٹر سروسز پبلک ریلیشنز
جنرل ہیڈکوارٹرز، راولپنڈی

آج وہ کشمیر ہے محکوم و مجبور و فقیر
کل جسے اہلِ نظر کہتے تھے ایرانِ صغیر
سینۂ افلاک سے اٹھتی ہے آہِ سوز ناک
مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان وامیر
کہہ رہا ہے داستاں بیدردئ ایام کی
کوہ کے دامن میں وہ غم خانۂ دہقانِ پیر
آہ یہ قومِ نجیب و چرب دست و تر دماغ!
ہے کہاں روزِ مکافات اے خدائے دیر گیر؟

علامہ اقبال

کشمیر کا تاریخی پس منظر

شمیم اختر

برصغیر پاک و ہند کے شمال مغرب میں واقع چوراسی ہزار مربع میل پر مشتمل خطہِ جو چاروں طرف سے برف پوش پہاڑوں دلفریب وادیوں اور پُرکیف نظاروں سے مزین ہے۔ جسے دیکھ کر انسان فطرت کی صناعی پر حیران رہ جاتا ہے، کشمیر کے نام سے موسوم ہے۔

کشمیر ایک سدابہار باغ ہے، خوشنما چمن اور دلکش آبشار ہے۔ تا حد نگاہ سبزہ اور آب رواں دکھائی دیتا ہے۔ یہ جنت نظیر گلشن ہے جہاں گلِ بنفشہ اور خود رو نرگس کھلتے ہیں۔ جو وادی کے حُسن کو دوبالا کرتے ہیں، سرو و چنار کی یہ سرزمین جس کی سطح پر قدرت نے حیرت انگیز نقوش ابھارے ہیں جس کے دامن پر قدرت نے گُلکاری کی ہے، جس کے پہلو سے شفاف پانی کے چشمے نکل رہے ہیں۔ وادی کے حُسن کو دیکھنے کے لیے دل سینوں میں بے قرار ہیں لوگ سمندروں کے سینے چیر کر آتے ہیں تاکہ وہ قدرت کا حسین ترین نقش دیکھ سکیں۔ جہاں بلبلیں چہچہاتی ہیں جس میں ہزار داستانیں پنہاں ہیں وہ سرزمین جو اپنے قدرتی حسن میں یکتا ہے، لیکن اس گلشن میں ان گلوں کے ساتھ خار بھی ہیں، وہ خار جو قبائے گل کو تار تار کر رہے ہیں، اس باغ میں بلند و بالا سرو ہیں لیکن ان کے سرو قامت باغبان پابہ زنجیر ہیں۔ اس خوبصورت وادی میں رہنے والوں کی آنکھیں اشکبار ہیں۔

کشمیر کی سیاسی تاریخ بھی طویل محرومیوں کی داستان ہے۔ اُونچے پہاڑوں کی فصیلوں کے باوجود یہ بیرونی حملہ آوروں کی چیرہ دستیوں سے نہ بچ سکا۔ آج بھی ریاست جموں وکشمیر کے افق پر غلامی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ آزادی کی شاہراہیں ظلم وستم کی تاریکیوں میں گُم ہیں۔ غیروں کے تسلط کی منحوس ہواؤں نے اُس چمن کے سدابہار پھولوں کو مسل ڈالا ہے۔ آبشاروں

کے نغمِ غم واندوہ میں لپٹے ہوئے ہیں۔

تاریخ کے اوراق اُلٹنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قبل از اسلام کشمیر پر مختلف خاندانوں کی حکومت رہی۔ کش، کرکوٹا، اُپل اور لوہرا۔ مگران سب میں مشترکہ بات یہ رہی کہ اُنہوں نے کشمیریوں پر ظلم روا رکھا اور اُن کا استحصال کیا۔ بدھ مت کو عروج حاصل ہونے سے ہندو، برہمن بننے لگے۔ گیارہویں اور بارہویں صدی میں افراتفری، سازشوں، قتل وغارت اور لوٹ مار کا دور دورہ تھا۔ 1319ء میں شاہ دیو لوہرا کا آخری بادشاہ تھا۔ جسے دُھولی حسن نے شکست دی۔

رنچن تبّت کا شہزادہ جس نے باپ سے ناراض ہو کر کشمیر میں جلاوطنی اختیار کر رکھی تھی۔ بدھ مت کا پیروکار تھا۔ اسلام کی سادگی اور سچائی سے متاثر ہو کر بزرگ سیّد بلال عرف بلبل شاہ کے دست پر بیعت کی اور اسلام قبول کیا اس طرح کشمیر میں باقاعدہ اسلامی حکومت کی ابتداء ہوئی۔ یہ کشمیر میں پہلا مسلمان حکمران تھا جس نے اپنا نام سلطان صدر الدین رکھا۔ کچھ عرصہ بعد عساکر اسلامیہ میں سے ھمیم شامی راجہ داہر کے بیٹے جے سما کے ہمراہ حاکمِ کشمیر راجہ رائے کشمیر کے دربار میں ایک مبلّغ کی حیثیت سے وارد ہوئے۔ ھمیم شامی کے حُسنِ سلوک کی بدولت دین اسلام کے مسلک اور معتقدات سے راجہ رائے کشمیر اتنا متاثر ہوا کہ اس نے کشمیر میں مساجد کی تعمیر کی اجازت دے دی۔ راجہ ہرش کے زمانہ میں مسلمانوں کا اتنا زور بڑھا کہ اُنہیں اہل ہنود کی افواج میں بڑے بڑے نمایاں عہدے دیئے گئے۔ سب سے پہلے مخدوم جہانیاں ''جہاں گشت'' اور امیر کبیر سید علی ہمدانی المعروف ''شاہ ہمدان'' اپنے سات سو مریدوں کے ساتھ تشریف لائے اور دین اسلام کی دولت سے ہزارہا انسانوں کو مالا مال کیا۔ بزرگانِ دین کی انسان دوستی، اخوت اور بلند اخلاقی کی وجہ سے کشمیر میں اسلام خوب پھیلا۔

کشمیر کے حوالے سے محمد عارف مغل اپنے ایک مضمون میں ایک غیر ملکی مفکر ونسنٹ اسمتھ کے ایک تاریخی فقرے کا حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ '' حکومت سازی کے معاملہ میں دنیا کا

کوئی بھی خطہ اتنا بدقسمت ثابت نہیں ہوا جتنا کہ کشمیر‘‘۔اس نے اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا کہ کشمیر پر مسلمانوں نے 1320ء سے 1819ء تک یعنی 499 سال حکومت کی۔لیکن یہ تمام مسلمان غیر کشمیری تھے۔شاہمیری خاندان نے 1320ء سے 1554ء تک 234 سال حکومت کی۔ یہ لوگ سوات کے علاقے سے کشمیر آئے تھے۔ چک خاندان نے 1554ء سے 1586ء تک 32 سال حکومت کی۔ چک دردستان کے علاقے سے تلاشِ معاش میں بھکاریوں کے روپ میں وارِدِ کشمیر ہوئے تھے۔مغلیہ خاندان نے 1586ء سے 1753ء تک 167 سال حکومت کی۔مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر نے دِلی سے کشمیر پر چڑھائی کی۔افغان خاندان نے 1753ء سے 1819ء تک 66 سال حکومت کی اور یہ لوگ کابل سے کشمیر آئے۔کشمیر کے قابلِ ذکر حکمرانوں میں سلطان شہاب الدین غازی اور سلطان زین العابدین بڈشاہ کا تعلق شاہمیری خاندان سے تھا۔شیخ نور الدین نورانی،عطا محمد خان اور احمد شاہ ابدالی کا تعلق افغان خاندان سے تھا۔جب کہ چک خاندان کا کوئی ایسا حکمران نہیں گزرا جس نے کشمیر میں کوئی اصلاحات کی ہوں یا کشمیری مسلمانوں کی کوئی خدمت کی ہو یا کوئی ایسا قابلِ ذکر کارنامہ سرانجام دیا ہو جس کی وجہ سے تاریخ اسے یاد رکھ سکے۔البتہ اس عہد کی سب سے بڑی شخصیت غالباً وہ کسان لڑکی تھی جس کا نام حبہ خاتون تھا۔یہ یوسف شاہ چک کی ملکہ بنی۔حِبہ خاتون ایک بلند پایہ شاعرہ کی حیثیت سے آج بھی کشمیری زبان میں کلاسیکی اور لوک ادب میں زندہ ہے۔اکبر اعظم نے حِبہ خاتون کے شوہر یوسف شاہ چک کو شکست دے کر کشمیر پر قبضہ کیا تھا۔

1819ء سے 1847ء تک کشمیر پر سکھوں نے حکومت کی۔سکھ بھی پنجاب سے کشمیر میں آئے تھے۔اس زمانے میں اگر کوئی سکھ کسی کشمیری کو قتل کر دیتا تو قاتل کی طرف سے حکومت کو سولہ روپے سے بیس روپے تک جرمانہ ادا کیا جاتا تھا۔اس رقم میں سے چار روپے مقتول کے ورثاء کو دیئے جاتے تھے بشرطیکہ مقتول ہندو ہو۔مسلمان ہونے کی صورت میں صرف دو روپے ورثاء کو دیئے جاتے تھے۔کشمیر میں سکھوں کے دورِ حکومت کا خاتمہ انگریزوں کے ہاتھوں ہوا۔تاہم

سکھوں کی جگہ ڈوگروں نے لے لی جو سکھوں ہی کے بھائی بند تھے۔

1846ء میں مہاراجہ گلاب سنگھ نے سکھوں اور انگریزوں کی لڑائی میں انگریزوں کے لئے سہولت کار کے فرائض سرانجام دیئے۔ سکھ انگریزوں کے ہاتھوں شکست کھا گئے اور 9 مارچ 1846ء میں انگریزوں اور سکھ حکمرانوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جس کے مطابق ریاست جموں وکشمیر کے علاقے انگریزوں کو دیئے گئے کیونکہ سکھ ایک کروڑ روپے کی رقم بطور تاوان جنگ ادا کرنے کی سکت نہ رکھتے تھے لہٰذا اُنہوں نے انگریزوں کو جموں، کشمیر، لداخ، بلتستان، ضلع ہری پور ہزارہ، گلگو اور منڈی کے علاقے دے دیئے۔ انگریز اس بات پر متفق ہو گئے چنانچہ سات دن بعد 16 مارچ 1846ء کو انگریزوں اور گلاب سنگھ کے درمیان ایک اور معاہدہ ہوا۔ جو معاہدہ امرتسر کے نام سے مشہور ہے۔ یہ معاہدہ بے حد اہمیت کا حامل تھا۔ اس معاہدے کے تحت کشمیری عوام ایک ظالم کے چنگل سے نکل کر دوسرے ظالم کے چنگل میں قیدی بن کر رہ گئی۔ اس معاہدہ کی رو سے انگریزوں نے 75 لاکھ نانک شاہی کے عوض دریائے سندھ کے مشرق اور دریائے راوی کے مغرب کے تمام علاقے راجہ گلاب سنگھ کو دے دیئے تھے۔ ایک کروڑ میں سے 25 لاکھ روپے کی رقم اس لئے کم کر دی گئی کہ انگریزوں نے کلکو اور منڈی کے علاقے اپنے پاس رکھ لئے تھے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کے بعد اسکے جانشینوں نے بھی مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کئے رکھا اور انسانیت سوز مظالم ڈھائے جاتے رہے۔ ان مظالم سے تنگ آکر 1924ء میں سرینگر میں ایک ریشم کے کارخانے میں مزدوروں نے حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ اگرچہ اس بغاوت کو وقتی طور پر کچل دیا گیا تاہم کشمیر میں تحریک آزادی کا یہی نقطہ آغاز تھا۔

1925ء میں مہاراجہ ہری سنگھ تخت نشین ہوا۔ اس نے اعلان کیا کہ وہ ذات پات سے بالاتر ہو کر سب لوگوں سے مساوی سلوک کرے گا۔ مگر وہ مسلمانوں کو محض وعدوں سے ٹرخانا چاہتا تھا۔ بعد کے واقعات نے اس کے ابتدائی دعوؤں کی نفی کر دی۔ اسی دوران سرینگر میں چند تعلیم یافتہ نوجوانوں نے ایک جماعت قائم کی جسے ''ریڈنگ روم پارٹی'' کا نام دیا گیا۔ اس

جماعت کا مقصد کتاب گھروں کی مدد سے مسلمانوں کو تعلیم دلانا تھا تاکہ وہ اپنی ناگفتہ بہ حالت کا احساس کریں اور سیاسی و معاشی غلامی کو دور کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ ادھر جموں میں مسلم ایسوسی ایشن نے مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے لئے جدوجہد شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ فضا میں جیسور اور غیور کشمیری مسلمانوں کے مطالبے کی آواز گونجنے لگی۔ 1931ء میں ایک ڈوگرہ کانسٹیبل لبھو رام نے جموں میں قرآن پاک کی بے حرمتی کی۔ اس نازیبا حرکت کی وجہ سے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ احتجاج کے طور پر مسلمانوں نے ایک عظیم جلسہ منعقد کیا۔ یہ ریاست میں اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ تھا۔ جس میں مطالبہ کیا گیا کہ بدتمیز کانسٹیبل سے باز پرس کی جائے اور اسے سزا دی جائے مگر حکومت نے اس مطالبہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔

21 جون 1931ء کو خانقاہ معلیٰ کی تاریخی مسجد میں مسلمانوں کا بہت بڑا اجتماع ہوا۔ صوبہ سرحد کے ایک مسلمان نوجوان عبدالقدیر خان نے تقریر کرتے ہوئے مسلمانوں کو ڈوگرہ حکومت کے ظلم و ستم کے خلاف صف آراء ہونے کا حکم دیا۔ عبدالقدیر خان کو گرفتار کر کے سرینگر کی سنٹرل جیل میں قید کر دیا گیا۔ 13 جولائی 1931ء کو جیل میں ہی آزادی پسندوں پر مقدمہ چلایا گیا۔ سرینگر کے مسلمان جوق در جوق جیل کے سامنے آ گئے وہ مکمل طور پر پُرامن تھے اور مطالبہ کر رہے تھے کہ انہیں عبدالقدیر کو دیکھنے کی اجازت دی جائے، جیل کے کارندوں نے مسلمان رہنماؤں کو گرفتار کر لیا جس سے ہجوم بے قابو ہو گیا، پولیس اور فوج نے گولی چلا دی۔ 22 مسلمان شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کو اذیت ناک سزائیں دی گئیں۔

اس حوالے سے حسن ناصر لکھتے ہیں کہ اس واقعہ پر پورے برصغیر میں شدید ردعمل ہوا۔ شیخ عبداللہ، چوہدری غلام عباس اور دیگر سرکردہ لیڈروں نے فوراً ''آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس'' قائم کر لی۔ اس کانفرنس کے احتجاج کے سبب گورنمنٹ آف انڈیا کو نومبر 1931ء میں گلانسی کمیشن قائم کرنا پڑا جس کی سفارشات پر ریاست میں قانون ساز اسمبلی کے لئے مہاراجہ کو 75 ممبران پر مشتمل اسمبلی کا نیم دلی سے اعلان کرنا پڑا جس میں سے صرف 33 ممبران کا چناؤ ہونا تھا اور باقی کو

خود راجہ نے نامزد کرنا تھا۔1935ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے۔21 مسلمان اور 12 غیر مسلم نمائندوں کا چناؤ ہوا۔ شیخ عبداللہ مسلم کانفرنس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے۔ بعد ازاں شیخ عبداللہ کانگریسی لیڈرں کے زیر اثر آ گئے اور 1939ء میں مسلم کانفرنس سے علیحدگی اختیار کر کے ایک الگ جماعت ''جموں کشمیر نیشنل کانفرنس'' بنالی۔ چوہدری غلام عباس نے مسلم کانفرنس کی قیادت سنبھال لی۔ جیسے جیسے ہندوستان کی تقسیم کا مرحلہ قریب آتا گیا اِن پارٹیوں میں خلیج بڑھتی چلی گئی۔ اِسی دوران آر ایس ایس نے دخل اندازی شروع کر دی۔ بھارتیہ جنتا پارٹی نے اسی سے جنم لیا جو ایک مذہبی انتہا پسند تنظیم تھی جس کا مشن بھارت سے مسلمانوں کو نکالنا یا ختم کرنا تھا۔ راشٹریہ سیویم سیوک سنگھ کا ہیڈ کوارٹر امرتسر سے جموں منتقل ہوا تو جموں سے مسلمانوں کو زبردستی باہر نکالا جانے لگا۔ بھارت میں جیسے جیسے مسلم لیگ کی ہر دلعزیزی میں اضافہ ہوا مسلم کانفرنس بھی کشمیری مسلمانوں کی آواز بن گئی۔ 1945ء کے انتخابات میں مسلم کانفرنس کو 80 فیصد نشستیں حاصل ہوئیں۔ آر ایس ایس کے اجتماعات کے علاوہ تمام جلسوں پر پابندی لگا دی گئی۔ جب 1946ء میں مسلم کانفرنس نے پابندی کو ختم کرنے کا اعلان کیا تو اکثر مسلمان لیڈر گرفتار کر لئے گئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب برصغیر میں آزادی اور پاک بھارت نقشے کے خدوخال پر بات ہو رہی تھی جس کا نتیجہ 3 جون 1947ء کا منصوبہ نکلا۔

تقسیم ہند کا منصوبہ اور وادی کشمیر

تقسیم ہند ایک فارمولے کے تحت عمل میں لائی گئی جس کے مطابق واضع کیا گیا کہ مسلم اکثریت والے صوبے پاکستان میں شامل ہوں گے اور ہندو اکثریت کے ہندوستان میں۔ یہی اصول باقی آزاد ریاستوں کے الحاق جن کی تعداد 562 تھی کے بارے میں وضع کئے گئے۔ انہیں حق دیا گیا کہ اگر وہ چاہیں تو آزاد خود مختار رہیں۔ انہیں یہ فیصلہ جغرافیائی، معاشرتی اور مذہبی حالات اور عوام کی رائے کا احترام کرتے ہوئے کرنا ہوگا۔ جموں و کشمیر اور ریاست حیدر آباد کے علاوہ تمام ریاستوں نے مقررہ تاریخ پر اسی اصول کے تحت فیصلے کیے۔

کشمیری عوام کا نصب العین

ریاست جموں و کشمیر کا الحاق ہر صورت اور حوالے سے پاکستان کے ساتھ ہونا یقینی تھا۔ ریاست کی 77 فیصد آبادی مسلمان تھی۔ وہ مذہب و برادری، تہذیب و ثقافت، رسم و رواج اور روایتوں کے ایک بندھن میں پاکستان کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ جغرافیائی نقطۂ نگاہ سے سرحد کی لمبائی، ریلوے لائن، ٹیلی گراف، سڑکیں سیالکوٹ اور راولپنڈی کے ذریعے ہی ممکن تھی۔ تجارتی راہداری پاکستان کے پاس تھی۔ سیاحت جو آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ تھا وہ صرف سیالکوٹ اور راولپنڈی کے ذریعے ممکن تھا۔ 30 جون کے منصوبے اور بھارتی رہنماؤں کی نیت میں فتور دیکھتے ہوئے کشمیریوں کو پاکستان کے ساتھ الحاق کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ انہوں نے سیاسی حقوق کی جگہ پاکستان کے ساتھ الحاق کا مطالبہ اپنا نصب العین بنالیا۔ اس الحاق نے کشمیریوں کے لئے زندگی اور موت کی حیثیت اختیار کر لی۔ کانگریسی رہنما ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ کشمیر کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہو۔ تقسیم ہند کے اعلان سے پیشتر ہی انہوں نے مہاراجہ کشمیر کو رام کرنا شروع کر دیا۔ مہاراجہ خود بھی بھارت سے ملنے میں بہتری سمجھتا تھا مگر باقاعدہ تمام راستے، جغرافیائی حالات اور کشمیری مسلم اکثریت اس کی راہ کی رکاوٹیں تھیں۔ 29 مئی 1947ء کو ٹریبون اخبار نے بھارتی قیادت کو مشورہ دیا کہ کسی طرح کشمیر کے ساتھ آئینی الحاق کر لیا جائے اور بھارتی قانون ساز اسمبلی میں کشمیر کو ایک خاص درجہ دیا جائے۔ 17 مئی 1947ء کو اچاریہ کرپلانی اور پھر مہاتما گاندھی نے اگست 1947 میں سرینگر کا دورہ کیا۔ مہاراجہ فرید کوٹ، کپورتھلہ اور پٹیالہ نے مہاراجہ کشمیر سے ملاقاتیں کیں اور اُسے بھارت کے ساتھ الحاق کا مشورہ دیا۔ مزید برآں لارڈ ماونٹ بیٹن نے 3 جون کے اعلان کے بعد 18 جون سے 23 جون 1947ء تک سرینگر کا دورہ کیا۔ اس دورے میں وائسرائے نے مہاراجہ کو مشورہ دیا کہ وہ کشمیر کا الحاق بھارت سے کرے۔ باؤنڈری کمیشن کی تشکیل سے پہلے بھارت کی کوئی سرحد کشمیر سے نہیں ملتی تھی۔ کانگریس کی قیادت کے باؤنڈری کمیشن اور مہاراجہ کشمیر دونوں سے رابطے تھے اس لیے گورداسپور کا ضلع

بھارت کو دینے کا منصوبہ بنایا گیا۔ لارڈ ماونٹ بیٹن جو انتقال اقتدار کا سربراہ بھی تھا، نے اس معاملے میں اہم کردار ادا کیا۔

ریڈ کلف ایوارڈ کے اعلان میں دانستہ تاخیر کی گئی تا کہ مسلمانوں کو اس گھناؤنے منصوبے کی خبر نہ ہو سکے۔

لارڈ ماونٹ بیٹن اور کانگرسی قیادت سے ساز باز کے بعد مہاراجہ نے فریب کاری دکھاتے ہوئے پاکستان کی متوقع قیادت سے سمجھوتہ ''جہاں اور جیسے ہے'' کیا جس پر 15 اگست 1947ء کو دستخط ہوئے جس کے تحت جو سہولیات کشمیر کو پہلے پاکستان کے علاقے سے حاصل تھیں وہ جاری رہیں گی یہ تو محض آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات تھی اس کے ذریعے صرف بھارت کو وقت مہیا کیا گیا۔

دوسری طرف مہاراجہ کشمیر نے پوسٹ ماسٹر جنرل لندن سے درخواست کی کہ کشمیر کی ڈاک دہلی کے ذریعے سرینگر بھجوائی جائے۔ ریڈ کلف ایوارڈ کے ذریعے چھوٹی سی سرحدی پٹی حاصل کر کے ہنگامی طور پر کٹھوعہ کے قریب دریائے راوی پر کشتیوں کا پُل بنایا گیا۔ پھر جموں باغ روڈ پر کام شروع کیا تا کہ درّہ بانہال کے راستہ کے بند ہونے پر سپلائی بحال رہے۔ اس دوران پاکستان اس سمجھوتہ (Stand Still) کا پابند رہا۔

مہاراجہ نے پہلی سازش کے بعد دوسرے مرحلے کی طرف توجہ دی۔ مسلمانوں پر ہر طرح کا ظُلم روا رکھا گیا۔ مسلمانوں کو زبردستی ریاست سے نکالا جانے لگا۔ جب اُس نے پونچھ کے گنجان آباد علاقے کو اپنا نشانہ بنایا تو وادی کا بچہ بچہ مہاراجہ کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ ڈوگرہ فوج اور پولیس اُن ساٹھ ہزار سابق فوجیوں کے سامنے نہ ٹھہر سکے جنہوں نے برطانوی فوج میں جنگ عظیم دوم لڑی تھی۔ وسط اکتوبر تک گوریلا جنگ سے اُنہوں نے مہاراجہ کی افواج کو چند شہروں اور قصبوں تک محدود کر دیا۔ مہاراجہ بذات خود اپنی فوج، پولیس اور آر ایس ایس ملیشیا کی قیادت کر رہا تھا، مگر ہر جگہ اُسے ہزیمت اٹھانا پڑی۔ جب کشمیر بالخصوص پونچھ کے عوام نے کافی علاقہ آزاد کروا لیا تو

24اکتوبر 1947ءکوانہوں نے سردار محمد ابراہیم خان کی سربراہی میں آزاد کشمیر حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا تاکہ آزادی کی کوششوں کو منظم طور پر جاری رکھا جا سکے۔

جب صورت حال مہاراجہ کے کنٹرول سے باہر ہوگئی تو اس نے 26اکتوبر 1947ءکوڈرامہ رچاتے ہوئے ریاست کے بھارت کے ساتھ الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے جس نے 40لاکھ کشمیری مسلمانوں کے حقوق اور قسمت کا سودا کر دیا۔ اِس خط میں حکومت ہند سے امداد کی درخواست بھی کی گئی تھی۔ یہ خط جموں سے بھارتی حکومت کے سیکرٹری دہلی لے گئے۔تاہم بعض انتہائی معتبر مورخین نے مہاراجہ کے اس خط کی تاریخ اور وقت کے بارے میں ہندوستانی دعوؤں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔تاہم ہندوستانی قیادت نے 26اکتوبر کے اس خط کو بنیاد بنا کر 27اکتوبر کو بھارتی مسلح افواج کو جموں و کشمیر بذریعہ جہاز پہنچانا شروع کر دیں جس کی نگرانی خود لارڈ ماؤنٹ بیٹن کر رہا تھا۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ اور ماؤنٹ بیٹن ملاقات

یہ ملاقات یکم نومبر 1947ءکو لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور قائداعظم محمد علی جناح کے درمیان لاہور میں ہوئی۔اس میں ماونٹ بیٹن نے قائداعظمؒ کو یہ تجویز پیش کی کہ آپ اپنی مسلح افواج اور قبائلی مجاہدین کو آزاد کشمیر حکومت کی مدد کرنے سے روک لیں تو ہم کشمیر میں امن قائم ہونے پر استصواب رائے کر لیں گے۔قائداعظمؒ نے فرمایا کہ آپکی تجویز تقسیم ہند کے منصوبہ کی نفی کرتی ہے کیونکہ جموں و کشمیر کی کثیر آبادی مسلمان ہے۔

بھارتی حکومت اقوام متحدہ کے دروازے پر

جنگ کے آغاز میں کشمیر اور قبائلی علاقوں کے مجاہدین ریاست کا بعض علاقہ آزاد کروانے میں کامیاب ہو گئے۔تاہم 27اکتوبر 1947ءکو انڈیا نے فوجیں سری نگر کے راستے مقبوضہ کشمیر میں داخل کر دیں اور کشمیر پر قبضے کی فوجی مہم شروع کی۔ہندوستانی قیادت نے منافقانہ رویہ اپناتے ہوئے ایک طرف تو فوجی حملے کئے جبکہ دوسری طرف اقوام متحدہ میں چلے گئے تاکہ کشمیری عوام کو

بیرونی امداد سے محروم رکھا جا سکے۔

اقوام متحدہ اور مسئلہ کشمیر

سلامتی کونسل نے اس مسئلہ پر جنوری سے اپریل 1948ء تک غور کیا اور دونوں ممالک کے مشترکہ نکات پر 21 اپریل 1948ء کو ایک قرارداد تیار کی جس کے اہم نکات یہ تھے۔

ا۔ جنگ بندی کروانا

ب۔ سیکرٹری جنرل کی طرف سے رائے شماری ایڈمنسٹریٹر کا تقرر

تفصیلات طے کرنے کے لئے ایک پانچ رُکنی کمیشن برائے پاک بھارت (UNCIP) نے بڑی باریک بینی سے دونوں حکومتوں کے مشورے سے اپنی سفارشات تیار کیں، جن کو 13 اگست 1948ء اور 5 جنوری 1949ء میں سلامتی کونسل نے صراحت کے ساتھ منظور کر لیا۔ جب دونوں حکومتوں نے ان قراردادوں کی منظوری دی تو یہ قرارداد ایک بین الاقوامی سمجھوتہ اور معاہدے کی شکل اختیار کر گئی۔

یہ کمیشن بھارتی اور پاک افواج کے انخلا کی تفصیلات طے کر رہا تھا تا کہ آزادانہ اور غیر جانبدارانہ طریقے سے رائے شماری کا بندوبست کیا جا سکے اسی عرصہ کے دوران مشہور امریکی ایڈمرل نمیز کو ناظم/منتظم رائے شماری مقرر کیا گیا۔

بھارتی لیت و لعل

مسئلہ کشمیر کے حل میں پیش رفت بھارت کے انکار کے سبب رُک گئی۔ اُس نے افواج کو وادی میں برابر رکھنے کی تجویز کو رد کر دیا تو امریکی صدر ٹرومین اور برطانوی وزیراعظم اٹیلی (Attlee) نے اپیل کی کہ تصفیہ طلب نکات ثالثی ایڈمنسٹریٹر برائے رائے شماری کو بھیج دیئے جائیں تو بھارت نے یہ اپیل بھی مسترد کر دی جس کی وجہ سے کمیشن نے اپنا ثالثی رول روک دیا۔

1950ء سے 1959ء تک یکے بعد دیگرے سلامتی کونسل کے صدور اور اقوام متحدہ کے نمائندوں نے بے شمار کوششیں کیں کہ بھارت بتدریج سمجھوتے پر کام کرے تا کہ ریاست کو غیر مُسلح

کر کے آزادانہ استصواب رائے کروایا جاسکے۔ وہ تمام نمائندے اور کامن ویلتھ ممالک کے وزرائے اعظم اس ثالثی میں ناکام رہے۔

وادیٔ کشمیر کی پاکستان کیلئے اہمیت

تحریکِ آزادی پاکستان اپنے انجام کے قریب پہنچی تو ہر کشمیری اور ہندوستانی مسلمان کو یقین تھا کہ اُن کی منزل ایک ہوگی۔ تقسیم ہند کے اصول نے بھی ان کی ڈھارس بندھائی مگر ریڈ کلف ایوارڈ کی سازش ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی۔ مہاراجہ کی کارروائیوں، کانگریسی لیڈروں اور ماؤنٹ بیٹن کے دورۂ کشمیر نے ان میں شکوک وشبہات پیدا کر دیئے۔ برصغیر خصوصاً پاکستان اور کشمیر کے نقشے پر ذراغور کریں تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ کشمیر قدرتی بناوٹ کے لحاظ سے پاکستان کا ایک حصہ ہے جس کا 4 / 3 حصہ پاکستان کے شمالی اضلاع سے بتدریج اُبھر کر بلند ہوتا چلا جاتا ہے۔ دریاؤں اور نالوں کا رُخ اور بہاؤ پاکستان میں آکر تھمتا ہے۔ سیاسی، ثقافتی، اقتصادی، تجارتی اور مذہبی لحاظ سے کشمیر پاکستان کے ساتھ اسی طرح وابستہ ہے جس طرح گوشت کے ساتھ ناخن اور بدن کے ساتھ رُوح ہوتی ہے۔

اس سارے تناظر میں اگر مسئلہ کشمیر کو دیکھا جائے تو اس کے دو بڑے واضح پہلو سامنے آتے ہیں۔

اوّل: وہ نتائج جو تقسیم ہند سے رونما ہوئے۔

دوئم: انگریزوں اور ہندوؤں کی ملی بھگت اور مسلمان دشمنی۔

تقسیم ہند کے وقت کھیلا جانے والا ڈرامہ ہو، اقوام متحدہ کا استصواب رائے کے لیے بھارت سے پیار بھرا اصرار ہو یا بھارت کا ہر بار کا انکار، مقصد صرف ایک ہے کہ کسی طرح عالمی برادری کو مطمئن رکھا جائے اور تنازعے کو حل بھی نہ کیا جائے کیوں کہ اگر استصواب رائے ہوتا ہے تو یقینی طور پر کشمیر کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہو جائے گا جبکہ بھارت اور اس کی حلیف مغربی قوتیں ہرگز ایسا نہیں چاہتیں۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسئلے کو دانستہ طور پر پیدا کیا گیا ہے، کیوں کہ تقسیم ہند کی

دستاویزات کے مطابق ہندوستانی ریاستوں کے لوگوں کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکتی ہیں۔مگر کشمیریوں کو جبراً اس حق سے محروم رکھا گیا ہے۔

مسئلہ کشمیر کے حل نہ ہونے کا ایک بڑا سبب یہ بھی رہا ہے کہ بھارت نے شروع دن سے ہی پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا جس کا ثبوت پنڈت نہرو کا یہ بیان ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ ''نوزائدہ مملکت چند سال تک بھی نہیں چل سکتی۔'' لیکن اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان قائم و دائم ہے اور ہمیشہ رہے گا۔انشااللہ

پاکستان کو دفاعی، اقتصادی اور جغرافیائی طور پر کمزور کرنے کے لیے کشمیر کو اس کا حصہ نہیں بننے دیا گیا کیوں کہ کشمیر کی پاکستان میں شمولیت پاکستان کو دفاعی اعتبار سے نہایت مستحکم کر سکتی ہے اور یہی چیز بھارت کو پسند نہیں ہے۔

تحریک آزادی کشمیر میں پچھلی چند دہائیوں سے جو شدت پیدا ہوئی ہے اسے دیکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ کشمیری عوام جاگ چکے ہیں اور انہیں اپنے حقوق سے آگہی حاصل ہو چکی ہے اب انہوں نے آزادی چھیننے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

جبکہ بھارت طاقت اور مکر کے بل بوتے پر ریاست کے ایک حصے پر اپنا غاصبانہ قبضہ برقرار رکھنا چاہتا ہے جو عالمی رائے عامہ کے نزدیک ایک خطرناک اقدام ہے۔کشمیر کا مسئلہ ایک آتش فشاں کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے جو کسی بھی وقت پھٹ کر امن عالم کو تہہ و بالا کر سکتا ہے۔یہ صورت حال اب روز بروز تشویشناک ہوتی جا رہی ہے۔ایک طرف کشمیر کی عوام کا پیمانہ صبر سے لبریز ہو رہا ہے، دوسری طرف پاکستان اپنی سالمیت کے پیش نظر اس مسئلے کو سلجھانا ضروری خیال کرتا ہے اور تیسری طرف بھارت نے ہوس ملک گیری کے جنون میں ایشیا کے خرمنِ امن میں ایک ایسی چنگاری ڈال دی ہے، جس کے پیش نظر تنازعہ کشمیر کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے اگر ہندوستان نے اس نازک موقع پر عقل اور تدبر سے کام نہ لیا تو یقیناً کشمیر کا تنازعہ جنگ کی صورت اختیار کر کے ایشیا بلکہ ساری دنیا کے خرمن امن کے لیے تباہ کُن ثابت ہوگا۔مستقبل میں یہ جنگ کیا

حیثیت اختیار کرتی ہے اس بارے میں ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا لیکن ایک بات پورے یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ مسلمان قوم جب بھی کسی بڑے مقصد کے حصول کے لیے لڑی، ہمیشہ کامیاب و کامران رہی۔ سچ یہ ہے کہ ٹمٹاتے ہوئے چراغ کو ہوا کا معمولی جھونکا گل کر دیتا ہے مگر جلتے ہوئے الاؤ کو آندھی مزید بھڑکا دینے کا سبب بنتی ہے۔

*****

ریاستوں کے الحاق کی داستان

میر غلام احمد کشفی

ہندوستان کے ریاستی محکمہ کے افسر مسٹر وی پی منین کی کتاب ’’ہندوستانی ریاستوں کے الحاق کی کہانی‘‘ پر تنقید کرتے ہوئے لندن کا مشہور اخبار اِکنامسٹ لکھتا ہے کہ بھارت کے ساتھ دیسی ریاستوں کا الحاق چاپلوسی، دغابازی، اور غنڈہ گردی کی حقیقی داستان ہے اخبار نے آگے چل کر لکھا ہے کہ بھارت کے وزیر سردار پٹیل اور ان کے چرب زبان سیکرٹری مسٹر منین نے والیانِ ریاست کو کہیں اُن کے ذاتی اخراجات میں اضافہ کے سبز باغ دکھائے۔ کہیں ان کے اختیارات بڑھانے کے وعدے کئے تو کہیں اُن کی ریاستوں کو وسعت دینے کا پانسہ پھینکا اور کہیں دھمکیوں سے کام لے کر اپنا مقصد پورا کیا۔لیکن چند سال کے قلیل عرصہ میں اِس تمام غلام سازی کی حقیقت طشت از بام ہو کر رہ گئی۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ دیسی ریاستوں کو جس طرح بھارت کے ساتھ ملایا گیا وہ بھارتی حاکموں کی سامراجی سازشوں، نازی ہتھکنڈوں اور عوام فریبی کی ایک طویل داستان ہے جو راجستھان، مہاراشٹر ناگا ہلز، جنوبی ہند اور شمالی بھارت کی ریاستوں کی مٹی میں پرورش پا رہی ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جب اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھنے والوں سے وہ لوگ سخت محاسبہ کریں گے جن کو جنتا راج اور عوامی آزادی کے سبز باغ دکھا کر شیشے میں اتارا گیا تھا۔

کشمیری عوام چونکہ بہت پہلے سے ان سامراجی چالوں کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ اس لئے وہ بھارتی حکمرانوں کے جھانسے میں نہیں آئے۔ یہاں آ کر ان سامراجیوں کو اپنے اصل روپ میں ظاہر ہونا پڑا اور کشمیر کے الحاق کا مسئلہ بھارت کے لئے ایک ٹیڑھی کھیر بن گیا یہی

وجہ ہے کہ بھارتی حاکم اور لیڈر کشمیر کے بارے میں روز نئے نئے افسانے تراش کر کہیں اپنی عوام کو اور کہیں جمہوری دُنیا کو اپنی جھوٹی نیک نیتی کا یقین دلانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ کبھی کہا جاتا کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری عوام ہی کر سکتے ہیں۔ کبھی دعویٰ کیا جاتا کہ ہری سنگھ ڈوگرہ کا ذاتی الحاق ایک آئینی دستاویز ہے جس کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ کبھی بیرونی ملکوں کے ساتھ پاکستان کے دفاعی معاہدات کی آڑ لے کر کشمیر کی عوام کو حقِ خودارادیت سے محروم کرنے کے خواب دیکھے جاتے۔ کبھی پاکستان کو امریکہ کی فوجی امداد کا بہانہ کر کے ریاست میں رائے شماری سے فرار کا راستہ تلاش کیا جاتا۔ جب یہ سب حربے ناکام دکھائی دینے لگتے تو دعویٰ کیا جاتا کہ پاکستان نے چونکہ ریاست پر فوجی حملہ کیا ہے۔ اس لئے اب اس کو حملہ آور قرار دے کر ریاست کو بھارتی سامراجیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔

دیکھنا یہ ہے کہ ریاست پر حملہ بھارت نے کیا یا پاکستان نے؟ پاکستان اگر اپنی فوجیں لے کر بھی ریاست جموں و کشمیر میں داخل ہوا ہوتا، تب بھی اس کو دنیا کے کسی بھی اصول کے تحت حملہ آور نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے کہ تقسیم ہند کے اصول اور جونا گڑھ اور حیدر آباد پر بھارتی حملہ کی منطق کے مطابق کشمیر پاکستان کا حصہ ہے۔ اگر کوئی حکومت اپنے ملک کے کسی حصہ میں اپنی فوجیں بھیج دے تو اُس کو حملہ آور نہیں کہا جا سکتا۔ حملہ آور وہ ملک کہلاتا ہے جو دوسروں کی سرزمین پر قبضہ کرنے کے لئے فوجی قوت استعمال کرے۔ جیسا کہ بھارت نے کشمیر میں کیا۔ اس مسئلے کے کچھ حقائق پر روشنی ڈالی جا رہی ہے تا کہ اصلیت سے ناآشنا لوگوں پر بھارتی حکمرانوں کی اِس افسانہ سازی کی حقیقت کھل جائے۔

برصغیر ہند کے اُس حصہ میں جس کو بھارت کہا جاتا ہے کئی سالوں سے کانگریس برسرِاقتدار ہے۔ اور کانگرس کی تاریخ شاہد ہے کہ یہ جماعت شروع ہی سے غیر ملکی اقتدار کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو بے دست و پا کر کے غلام بنانے کی سازش میں مصروف رہی ہے۔ جس کا مظاہرہ بنگال کی تقسیم، سندھ کی علیحدگی اور صوبائی خودمختاری کے مواقع پر بھی کیا گیا۔ اور اسی

سازش کو بھارت کی نئی حد بندی کے ذریعہ پایۂ تکمیل تک پہنچایا جا رہا ہے۔ انہی سازشوں کو ناکام بنانے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو دائمی غلامی سے بچانے کے لئے قیام پاکستان کا مطالبہ کیا گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی ایک آزاد اور خودمختار حکومت قائم کی جائے۔ اور جن حصوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں ہندوؤں کو اختیار و اقتدار دے دیا جائے۔ کانگریس کے کردار اور نیت کو سامنے رکھ کر یہ ایک منصفانہ جمہوری مطالبہ تھا۔ لیکن کانگریس نے اِس منصفانہ جمہوری مطالبہ کی مخالفت میں آخری وقت تک ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ گاندھی جی نے یہ کہہ کر اپنی قوم کے جنونِ تعصب کو بھڑکایا کہ ہندوستان کو تقسیم کرنا گاؤ ماتا کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے مترادف ہے۔ دوسرے کانگریسی لیڈروں نے اعلانات کئے کہ'' پاکستان ہماری لاشوں پر ہی بن سکتا ہے'' نظریۂ پاکستان کو ناکام بنانے کے لئے فوجی تنظیمیں کھڑی کی گئیں، غیر ملکی سامراجیوں کے نقشِ قدم پر چل کر لوگوں کے دل اور ضمیر خریدنے کی کوشش کی گئی۔ اور جب مطالبۂ پاکستان کے سامنے یہ سازشیں اور مخالفتیں ناکام ہو کر رہ گئیں اور کانگریسی لیڈروں کو...... پاکستان کا مطالبہ تسلیم کئے بغیر اور کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا تو انہوں نے بادل نخواستہ ظاہری طور پر اس مطالبہ کو تسلیم کیا۔ لیکن پس پردہ پاکستان کے قیام واستحکام کو ناکام بنانے کے لئے مستعدی کے ساتھ سازشوں میں مصروف رہے۔ ہندوؤں اور سکھوں کو مسلمانوں کے قتل عام پر ابھارا گیا اور اس مقصد کے لئے باقاعدہ اُن لوگوں کے لئے اسلحہ فراہم کیا گیا۔ لاکھوں مسلمانوں کو خانماں برباد کر کے پاکستان کی طرف دھکیلا گیا۔ پاکستان کی فوج کو تقسیم ملک سے پہلے دوسروں ملکوں میں بھجوایا گیا۔ پاکستان کے حصے کا اسلحہ اور خزانہ دہلی میں روک لیا گیا۔ پاکستان سے ہندو ملازموں، بنکاروں اور تاجروں کو نکالا گیا۔ تاکہ پاکستان کا قیام ناممکن ہو جائے۔ اور گانگریسی لیڈروں کا یہ دعویٰ درست ثابت ہو جائے کہ پاکستان قائم تو ہو گیا لیکن یہ مملکت چھ ہفتے سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ اِس سازش کی تکمیل کے لئے پنجاب اور بنگال کے مسلم اکثریتی صوبوں

کو ریڈ کلف کے ساتھ سازش کر کے تقسیم کرایا گیا اور لارڈ ماونٹ بیٹن کو بھارت کے پہلے گورنر جنرل کا عہدہ پیش کرنے کے علاوہ ہری سنگھ ڈوگرہ کے ذریعہ ایک خطیر رقم بطور رشوت پیش کر کے ضلع گورداسپور کے مسلم اکثریتی علاقہ کو بھارت کے ساتھ ملا دیا گیا تا کہ کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے چور دروازہ حاصل کیا جائے۔ حالانکہ مشرقی پنجاب اور مغربی بنگال تقسیم ہند کے بنیادی اصول کے مطابق پاکستانی علاقے ہونے چاہیں تھے۔

کانگریسی لیڈر اور بھارتی حکمران اچھی طرح جانتے تھے۔ اور جانتے ہیں کہ کشمیر مسلم اکثریت، فوجی اہمیت، اقتصادی روابط اور جغرافیائی یکسانیت کے پیش نظر پاکستان کی شہ رگ ہے۔ پاکستان کے استحکام کو متزلزل کرنے اور کشمیر اور پاکستان کی معیشت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ہمیں کسی بھی قیمت پر کشمیر کو ایک متنازعہ مسئلہ بنا دینا چاہیے۔ چنانچہ تقسیم ہند کے امکانات روشن ہوتے ہی کانگریسی لیڈروں نے ہری سنگھ ڈوگرہ کے ساتھ مِل کر سازش شروع کر دی۔ 1946ء کے اواخر اور 1947ء کی ابتدا میں یکے بعد دیگرے صدر کانگریس مسٹر جے بی کرپلانی، اس کے بعد مسٹر جے پرکاش نرائن (جو اس زمانے میں کانگریسی ہائی کمان کے اعلیٰ رکن تصور کئے جاتے تھے) اور ان کے بعد خود گاندھی جی کشمیر پہنچے۔ کانگریسی لیڈر ایک طرف اعلان کر رہے تھے کہ ریاستوں کے الحاق کا فیصلہ ریاستی عوام کریں گے۔ اور دوسری طرف ہری سنگھ ڈوگرہ کو ایک عظیم ہندو ریاست کی پیش کش کی جا رہی تھی کہ وہ بھارت کے ساتھ سیاسی الحاق کر کے پاکستان کے استحکام میں رخنہ اندازی کا سامان بہم پہنچائے۔

ہری سنگھ ڈوگرہ کو کانگریسی رہنماؤں نے غیر مبہم الفاظ میں یقین دلایا کہ مشرقی پنجاب کی اکثر پہاڑی ریاستیں کشمیر کے ساتھ ملا کر اِس سارے علاقے کی عملداری ڈوگرہ خاندان کے سپرد کر دی جائے گی۔ لیکن ہری سنگھ ریاست جموں و کشمیر کی مسلم اکثریت کے خوف سے اِس قسم کا کوئی اعلان کرنے سے محترز رہا اور اس کا سلجھاؤ یہ تجویز کیا گیا کہ ریاست جموں و کشمیر کی مسلم اکثریت کو تہ تیغ کرنے کے لئے بھارت ہری سنگھ ڈوگرہ کو پوری پوری امداد فراہم کرے

گا۔ چنانچہ اس اسکیم کے تحت ہری سنگھ کے چہیتے وزیر اعظم رامچندر کاک کو برطرف کر کے اُس کی جگہ مشرقی پنجاب کے ایک سیوک سنگھی کانگریسی مہر چند مہاجن کو ریاست کا وزیر اعظم بنا کر بھیجا گیا جس نے سری نگر پہنچتے ہی اعلان کر دیا کہ ریاست جموں وکشمیر کے لوگوں کو آئندہ سو سال تک اندرونی آزادی یا ذمہ دار نظامِ حکومت نہیں مل سکتا۔ مسٹر مہاجن نے اپنے رازداروں سے کہہ دیا کہ مجھے مغربی پنجاب کا انتقام لینے کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے اور میں اِس مشن کو پورا کر کے ہی رہوں گا۔ چنانچہ مسٹر مہاجن نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ ریاستی مسلمانوں کے قتلِ عام کی مکمل تیاری تھی۔ جو بلدیو سنگھ پٹھانیہ، رام لال باترہ، ٹھاکر جنگ سنگھ اور مہارانی تارا دیوی کی امداد سے مکمل کر کے ہری سنگھ کو پیش کی گئی۔

کشمیری عوام اور جمہوری دنیا کو فریب دینے کے لئے اِس ساری سازش کو دیدہ زیب بنانا ضروری تھا۔ اِس مقصد کے لئے شیخ محمد عبداللہ کو بھدرواہ جیل سے سرینگر منتقل کیا گیا۔ اُن کو ٹھاکر جنگ سنگھ اور رائے بہادر شام سندر لال ور کے ذریعے غلامانہ اقتدار کی پیش کش کی گئی۔ تین دن کی بحث وتکرار کے بعد شیخ محمد عبداللہ نے کہہ دیا کہ کشمیری عوام ڈوگرہ اقتدار کے خاتمہ اور مکمل ذمہ دار نظامِ حکومت سے کم کسی چیز پر رضامند نہیں ہو سکتے۔ یہ پیغام بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کو پہنچایا گیا۔ جنہوں نے اُسی وقت نئی دہلی سے مسٹر وی۔ پی مینن کو یہ خصوصی پیغام دے کر شیخ محمد عبداللہ کے پاس بادامی باغ جیل سرینگر میں بھیج دیا کہ آپ فوراً غیر مشروط طور پر جیل سے نکل آئیں۔ آپ کے مطالبات میں پورے کر دوں گا۔ کشمیر کو آزاد کر کے کشمیری عوام کے سپرد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ شیخ صاحب اسی پیغام پر جیل سے نکل آئے، اور نکلنے کے ساتھ ہی وزیر باغ سرینگر کے جلسہء عام میں کہہ دیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ مجھے گرفتار کیوں کیا گیا تھا اور رہا کیوں کیا گیا۔ ہم وطن کی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں اور آج بھی اُسی جگہ کھڑے ہیں۔ ہمارا اولین مقصد ڈوگرہ غلامی سے نجات ہے۔ جس کے بعد کشمیری عوام آزادانہ رائے دہی کے ذریعہ الحاق کا فیصلہ کریں گے۔ اگر ریاستی عوام اپنا مستقبل

پاکستان کے ساتھ وابستہ کرنا چاہتے ہیں، تو میں پہلا شخص ہوں گا جو ان کے اِس فیصلہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرے گا۔

یہ کہنا بے جا نا ہوگا کہ قیامِ پاکستان کے اعلان کے ساتھ ہی ریاست کے گوشہ گوشہ میں خوشی کے شامیانے بجائے گئے۔ جلسے کئے گئے۔ جلوس نکالے گئے، ایک ایک مکان پر سبز ہلالی پرچم لہرایا گیا۔ چراغاں کئے گئے، اور ہری سنگھ ڈوگرہ کو ہزاروں تار بھیجے گئے کہ کشمیر پاکستان کا حصہ ہے اور ریاست کا الحاق پاکستان کے ساتھ ہی ہوگا۔ اِس زمانہ میں ریاست میں ایک ہی نعرہ سنائی دیتا تھا''کشمیر بنے گا پاکستان''عوام کے اِن جذبات کو دیکھ کر ہری سنگھ ڈوگرہ نے ہندو اور پاکستان کی حکومتوں سے''جوں کا توں''معاہدہ کرنے کی درخواستیں کیں۔ جن میں اس بات کی وضاحت کردی گئی کہ عوام کو ریاست کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا صحیح موقع دینے کی غرض سے ایک سال کے لئے ریاست کی وہی پوزیشن تسلیم کی جائے جو انگریزوں کے زمانے میں تھی بھارت نے اپنی گہری سازش کے تحت شیخ محمد عبداللہ کو شیشے میں اتارنے کے لئے ہری سنگھ کی درخواست یہ کہہ کر مسترد کردی کہ ہری سنگھ اِس قسم کا کوئی معاہدہ کرنے کا مجاز نہیں۔ اِس قسم کے معاہدات اب ریاست کے عوام ہی کر سکتے ہیں لیکن پاکستان نے اِس درخواست کی وجوہات کو معقول قرار دے کر ہری سنگھ کے ساتھ ایک سال کے لئے'جوں کا توں' معاہدہ کرلیا۔ جس کے مطابق ریاست کی خارجہ پالیسی، امن و امان، عوام کی شکایات کا ازالہ اور دفاع پاکستان کے فرائض میں شامل ہو گیا لیکن اسی دوران ایک طرف تو جموں اور پونچھ میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کرایا گیا اور دوسری طرف ریاستی چھاؤنیوں میں مقیم مسلمان سپاہیوں اور فوجی افسروں سے اسلحہ چھین کر ان کو فوجی چھاؤنیوں میں ہی نظر بند کردیا گیا۔ جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ کچھ ہی عرصہ پہلے مسلمان فوجیوں کی جو کمپنی گلگت کی طرف روانہ کی گئی تھی وہ تراگبل سے ہی'' پاکستان زندہ باد'' کے نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی۔ ڈوگرہ فوجیوں اور افسروں کو میر پور اور پونچھ میں مقیم مسلمان فوجیوں سے ہتھیار چھیننے کے لئے بھیجا

گیا۔ اگرچہ جموں کے مسلمانوں کو بھارتی شہریوں اور فوجیوں کے ذریعہ نہایت احتیاط کے ساتھ قتل کرایا جارہا تھا۔تاہم یہ خبریں انتہائی کوشش کے باوجود متاثرہ علاقوں سے نکل کر میرپور، پونچھ، اور ریاست کے دوسرے حصوں میں پھیل گئیں۔اور وہاں کے عوام نے ڈوگرہ بربریت کے خلاف جوابی کارروائی شروع کردی۔اس زمانہ میں پونچھ، میرپور اور مظفرآباد میں ایک بھی قبائلی مجاہد یا پاکستانی فوجی موجود نہیں تھا۔ ریاستی عوام نہایت بےخوفی کے ساتھ ڈوگروں اور سیوک سنگھیوں کے خلاف لڑ رہے تھے جن کو ''شرنارتھی'' بتا کر مسلمانوں کے قتل عام کے لئے ریاست میں داخل کیا گیا تھا۔

مسلمانوں کے قتل عام کو پوشیدہ رکھنے کے لئے شیخ محمد عبداللہ کو دہلی بلایا گیا۔اُن سے ایک پریس کانفرنس میں پونچھ کے فسادات کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے واضح الفاظ میں کہہ دیا ''یہ کوئی فرقہ وارانہ فساد نہیں۔ یہ ڈوگرہ حکومت کے مظالم کے خلاف عوام کی جدوجہد آزادی ہے۔ پونچھ کے عوام آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں اور ہر آزادی پسند کا فرض ہے کہ وہ اُن کی حمایت کرے'' پُونچھ اور میرپور میں عوام نے ڈوگروں کی فوجی قوت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ادھر جموں میں مسلمانوں کے قتل عام کی خبریں جگہ جگہ پھیل گئیں۔اور قبائلی علاقہ کے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ وادیٔ کشمیر کے مسلمانوں کے قتلِ عام کی کارروائی 25 اکتوبر 1947ء کے دن مظفرآباد کے مقام سے شروع کی جائے گی۔جس کے لئے ڈوگرہ حکومت نے انتظامات مکمل کر لئے تھے۔ان وحشت ناک خبروں کے پھیلتے ہی قبائلی اور آس پاس کے پاکستانی علاقوں کے باشندے اپنے مسلمان بھائیوں کی امداد کے لئے پہنچ گئے اور انہوں نے مقامی لوگوں کی مدد کر کے مظفرآباد میں ڈوگروں کی فوجی قوت کو توڑ کر وادی کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔آزادی کے اِس طوفان کو آگے بڑھتا دیکھ کر ہری سنگھ ریاست چھوڑ کر بھاگ گیا۔اور بھارتی حکومت کے سامنے ایک خودساختہ الحاق کی درخواست پیش کر دی جس میں ریاستی عوام کی مرضی شامل نہ تھی۔ اِس درخواست پر ابھی بھارتی حکومت نے غور بھی نہیں کیا تھا کہ جموں میں مقیم بھارتی فوجیوں کو

وردیاں پہنا دی گئیں اور وادی میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ فوج اتاری گئی۔ اس وقت تک ریاست کے کسی ایک حصہ میں ایک بھی پاکستانی سپاہی موجود نہ تھا۔ اگر ریاست میں بغاوت ہو گئی تھی اور عوام قابو سے باہر ہو رہے تھے تو 'جوں کا توں' معاہدہ کے مطابق ہری سنگھ ڈوگرہ کا فرض تھا کہ وہ حالات سے پاکستان کی حکومت کو آگاہ کرتا اور اس سے مدد کی درخواست کرتا۔ جس طرح اس نے 1931ء میں میر پور، بھمبر اور کوٹلی کے اکثر علاقے انگریزوں کی تحویل میں دے دیئے تھے۔ ہری سنگھ کا براہ راست بھاگ کر دہلی پہنچ جانا اور بھارتی حکومت سے فوجی مدد حاصل کرنا اِس بات کا بین ثبوت ہے کہ بھارت پاکستان کے استحکام کو خطرے میں ڈالنے کے لئے پوشیدہ طور پر ہری سنگھ ڈوگرہ کے ساتھ مل کر ایک گہری چال چل رہا تھا جس کے نتیجہ کے طور پر اس نے ایسے ڈرامائی انداز میں اپنی فوجیں ریاست میں پھیلا دیں جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ ساری سکیم پہلے سے طے شدہ تھی۔

دوسری طرف ہری سنگھ کے مطالبہ پر بھارت نے اپنی فوجیں ریاست میں بھیج دیں اور حقائق پر پردہ ڈالنے کے لئے اعلان کر دیا گیا کہ بھارتی فوجیں ریاستی عوام کی مرضی پر ریاست میں داخل کی گئی ہیں۔ حالانکہ بھارتی فوجیں بچی کچی ڈوگرہ فوج اور بھارتی باشندوں اور ڈوگرہ شہریوں کے ساتھ مل کر ریاستی عوام کے خلاف لڑ رہی تھیں اور ان کا نشانہ ریاست کی مسلم اکثریت تھی۔ جس کا اعتراف جموں کے دورہ کے بعد گاندھی نے یہ کہہ کر کیا کہ جموں میں مسلمانوں کا جو قتلِ عام ہوا ہے اس کی تمام تر ذمہ داری ہری سنگھ پر ہے۔ ہری سنگھ کو یا تو اپنی جنتا سے معافی مانگنی چاہیے یا حکومت عوام کے سُپرد کر کے علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اور جمہوری اصول کے تحت اس ریاست پر مسلمان ہی حکومت کر سکتے ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو گاندھی جی کا یہ بیان بھی بھارتی حکومت کو ریاستی مسلمانوں کے قتلِ عام کے الزام سے بچانے کا ایک بہانہ تھا۔ کیونکہ جموں کے مسلمانوں کے قتلِ عام میں بھارت کی فوجیں برابر کی شریک تھیں جس کا ثبوت اِس سے ملتا ہے کہ جب بریگیڈیئر عثمان کے

ساتھ چند بھارتی مسلمان فوجی افسر جموں پہنچے تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ جموں کے مسلمانوں کو پریڈ گراؤنڈ اور نہر جموں کے علاقہ میں بھارتی فوج کے سُپرد کیا جا رہا ہے۔ اور بھارتی فوجی نہایت بے دردی سے ان مسلمانوں کو قتل کر رہے ہیں۔ یہی کیفیت رام باغ، سری نگر اور بارہ مولہ میں دیکھنے میں آئی جس پر بریگیڈیئر عثمان نے بھارتی حکومت کو تار بھیجا کہ اگر ہمیں مسلمانوں کے قتل عام کے لئے یہاں بھیجا گیا ہے تو ہمارا استعفیٰ منظور کیا جائے۔ بریگیڈیئر عثمان کی اِس دھمکی پر بھارتی فوجیوں کو کُھلم کُھلا مسلمانوں کے قتلِ عام سے روک دیا گیا اور بریگیڈیئر عثمان کو جنگی محاذ کی طرف بھیج کر قتل کرا دیا گیا۔

جب بھارت نے اپنی ساری فوجی قوت ریاست میں جھونک کر پاکستانی سرحدوں تک تاخت شُروع کر دی، مری اور کوہالہ کے پاکستانی علاقہ پر بم گرائے گئے اور ریاست کے لاکھوں انسانوں کو خانماں برباد کر کے پاکستان میں دھکیل دیا گیا۔ اس وقت حکومت پاکستان کے لئے اِس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ وہ اپنی سرحدوں کی حفاظت اور ریاست کو بھارتی حملوں سے بچانے کے لئے معمولی فوجی کارروائی کرے جس سے پاکستان نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اگر بھارت اقوام متحدہ کی سٹرن لے کر اِس تنازعہ کو پُر امن ماحول میں طے کرانے اور کشمیری عوام کو حق خود ارادیت دینے کا بین الاقوامی وعدہ کر کے جنگ بندی کی شرائط تسلیم نہ کرتا تو پاکستان کو ریاست جموں و کشمیر کے عوام اور اُن کی آزادی کو بھارت کی جارحانہ کارروائیوں سے بچانے کے لئے اپنی فوجی سرگرمیوں کو تیز تر کرنا پڑتا اور یہ پاکستان کی آئینی اور اخلاقی ذمہ داری ہوتی۔ بھارتی حاکموں کو تنازعہ کشمیر کا یہ سارا پس منظر معلوم ہے۔ اور اُن کو اِس بات کا بھی احساس ہے کہ انہوں نے کشمیر پر حملہ کر کے مسلمہ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔ یہ تمام باتیں سلامتی کونسل میں بھی زیر بحث آئی ہیں۔ اسی وجہ سے اڑھائی تین سال کے بحث و مباحثہ کے دوران بھارت کو کبھی یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی کہ پاکستان کشمیر میں حملہ آور ہے۔ اور نہ ابتدائی نو سال میں بھارت نے کبھی اس قسم کا کوئی دعویٰ کیا۔ بھارت

ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ کشمیر کا فیصلہ رائے شماری کے ذریعے کرایا جائے گا۔ اور اسی شرط پر کشمیر میں جنگ بندی کرائی گئی۔ نو سال کے بعد جب بھارت نے سلامتی کونسل کے خصوصی نمائندہ مسٹر جارنگ کے سامنے یہ سوال اٹھایا اور یہ پینترا بدلا کہ ہم نے سلامتی کونسل میں پاکستان کو حملہ آور قرار دینے کی درخواست دی تھی۔ لیکن سلامتی کونسل نے ہماری اِس درخواست پر غور نہیں کیا تو مسٹر جارنگ نے بھارتی حکمرانوں کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ سلامتی کونسل نے بھارت کے دعویٰ پر مکمل غور کیا ہے اور یہ فیصلہ دیا ہے کہ کشمیر میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کرائی جائے جس کو بھارت نے ایک بین الاقوامی معاہدہ کی حیثیت میں تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا اِس کے بعد یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ پاکستان کو حملہ آور قرار دیا جائے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بھارت کو نو سال بعد یہ خیال کیسے آیا کہ کشمیر بھارت کا حصہ ہے۔ اور پاکستان نے ریاست کے عوام کے بچاؤ کے لئے دفاعی کارروائی کر کے کوئی ایسا جرم نہیں کیا ہے کہ اس کو حملہ آور قرار دیا جا سکے۔ اِس دعویٰ کی بنیاد بھی وہی بدنیتی تھی جو آج تک پاکستان کے خلاف ہے اور دنیا کی جمہوری رائے عامہ بھارت کو کھلے بندوں مجرم قرار دے چکی ہے۔ تو انہوں نے روسی بلاک کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے بین الاقوامی سیاست کی طوفانی لہروں کی پناہ لینے کا فیصلہ کیا۔ حالانکہ بھارتی حاکم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ سودا اُن کو پہلے سے بھی مہنگا پڑے گا۔ اگر بھارت کشمیر کے مسئلے کو اساس بنا کر تیسری عالمی جنگ کی آگ کے لئے ایندھن فراہم کرنا چاہتا ہے تو امن پسند دنیا بھی بھارتی سامراج کی ان حرکات سے بے خبر نہیں۔ جس طرح امن پسند جمہوری دنیا نے کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضے کو بین الاقوامی آئین کے خلاف قرار دیا اسی طرح وہ بھارت کے ان جنگی ارادوں کو ناکام بنانے کے لئے بھی ٹھوس اور موثر کارروائی کر سکتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت نے کشمیر کے سیدھے سادھے مسئلہ کو اِس قدر الجھا کر اپنے لئے ایک خطرناک ماحول تیار کر لیا ہے کشمیر پہلے صرف لاکھوں کشمیری عوام کی آزادی اور پاکستان کے استحکام کا مسئلہ تھا لیکن اب یہ امن عالم اور اقوامِ متحدہ کے وقار کا مسئلہ

بن گیا ہے جس کو بھارتی حکمرانوں کی گیدڑ بھبکیوں سے ڈر کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ بھارتی عوام اور بھارتی حکمرانوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر کشمیر کا مسئلہ پر امن طریقے سے حل نہ ہوا تو اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ اور بھارت کے نئے دوست جن کے کھونٹے پر ناچ کر وہ کشمیری عوام کی آزادی سلب کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے، کس حد تک بھارت کا ساتھ دیں گے۔ اس سارے منظر نامے کا انجام بھارت کے حق میں کیا ہوگا۔ وہ بھارتی حاکموں سے پوشیدہ نہیں۔

بحوالہ:

میر غُلام احمد کشفی ''کشمیر ہمارا ہے''، صفحہ 230 تا 240، اشاعت، اگست 1965ء، دین محمدی پریس لاہور

*****

جدوجہد آزادی کشمیر

محمد ممتاز اقبال ملک

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی سامراج کے خلاف مزاحمت کی تحریک کا آغاز ریاست پر بھارتی تسلط کے فوراً بعد ہو گیا تھا اس لئے کہ بھارتی سامراج نے 1947ء میں غالب مسلم اکثریت کی اس ریاست پر ڈوگرہ مہاراجہ ہری سنگھ اور نیشنلزم کے بانی و علمبردار شیخ عبداللہ کی ملی بھگت سے جو غاصبانہ تسلط جمایا تھا۔ یہ تقسیم برصغیر کے اُصولوں کے منافی بھی اور اسلامیانِ ریاست کی خواہشات کی بھی علی الرغم تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامیانِ ریاست نے اس کے خلاف پہلے دن ہی سے تحریک مزاحمت کا آغاز کر دیا تھا۔ اس تحریک کی باگ ڈور ابتداء ہی سے اسلام و آزادی کی علمبردار قوتوں خصوصاً تحریکِ اسلامی کے ہاتھوں میں رہی ہے اور اس کا دائرہ بیک وقت ان سارے محاذوں پر محیّط رہا ہے جنہیں بھارتی سامراج نے اسلامیانِ کشمیر کو ان کے دین و تہذیب اور جداگانہ تشخص سے بیگانہ کر کے بھارتی تہذیب و قومیت میں جذب کرنے کی غرض سے اپنی ہمہ پہلو تہذیبی و ثقافتی اور معاشرتی و سیاسی یلغار کے لئے منتخب کیا تھا تا کہ غالب مسلم اکثریت کی اس ریاست کا اسلامی تشخص مسخ ہو جائے اور اس پر بھارت کے غاصبانہ تسلط کو دوام اور استحکام حاصل ہو جائے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بھارت نے ریاست پر اپنے غاصبانہ تسلط کے ساتھ ہی یہاں ایک ایسا لادینی نظامِ تعلیم نافذ کر دیا تھا جس کا مقصد اسلامیانِ کشمیر کی نئی نسل کو ان کے دین و تہذیب سے بیگانہ کر کے ہندوانہ تہذیب و قومیت کے دھارے میں جذب کرنا تھا۔ یہ الحادی نظامِ تعلیم پانچ چیزوں کا ملغوبہ تھا:

اولاً: وحدت ادیان کا فلسفہ کہ اسلام، ہندومت، عیسائیت، بدھ مت وغیرہ تمام مذاہب

یکساں طور پر سچے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مذہب مانا جائے، یکساں ہے۔

ثانیاً: متحدہ قومیت کا نظریہ یعنی یہ نظریہ کہ ہندو، مسلمان، سکھ وغیرہ سب ایک قوم ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کا اپنا کوئی جُداگانہ ملی تشخص نہیں ہے۔

ثالثاً: بھارت کی قبل از تاریخ کے دیومالائی دور کو اس طرح پیش کرنا کہ وہ تاریخ انسانی کا سب سے زیادہ روشن اور تابناک دور تھا۔

رابعاً: دورِ جدید کے لادین مغربی فلسفیوں کارل مارکس ڈارون، فرائیڈ، میکاولی وغیرہ کے افکار و نظریات کو اس طرح پیش کرنا کہ گویا وہ صحیفۂ آسمانی ہوں۔

خامساً: اسلامی عقائد و تعلیمات اور تاریخ کو اس طرح پیش کرنا کہ طلباء اسلام سے مزید متنفر ہو جائیں اور پکار اُٹھیں۔

بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

اس سامراجی تعلیمی نظام کے ساتھ ساتھ اسلامیانِ کشمیر کی نئی نسل کو اپنے دین و تہذیب سے بیگانہ کر کے اپنے سامراجی مقاصد کے لئے لقمۂ تر بنانے کی غرض سے کئی دوسرے ہتھکنڈے بھی اپنائے گئے۔ مثلاً تعلیمی اداروں میں مخلوط تعلیم کا رائج کرنا، ڈرامیٹک کلبوں کے قیام کے ذریعے نوجوان طلباء و طالبات میں فحاشی و بے حیائی کو عام کرنا، شراب اور دیگر منشیات کی سرکاری سرپرستی میں ترویج کا اہتمام کر کے نوجوانوں کو اُن کا خوگر بنانا تا کہ وہ اپنے دین و ملت سے بیگانہ ہو جائیں۔ بھارت کی نیم عریاں اور عریاں جنسی فلموں کو سرکاری سرپرستی میں عام کرنا، ذرائع ابلاغ ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ کو فحاشی و بے حیائی اور الحاد و دہریت کے پرچار کے لئے وقف کر دینا، سرکاری سرپرستی میں مسلمانوں میں علاقائی، قبیلائی، لسانی اور فرقہ ورانہ اختلافات کو ہوا دینا تا کہ مسلمان باہمی چپقلش اور محاذ آرائی میں اُلجھ کر اپنے خلاف ہونے والی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے بے نیاز ہو جائیں یہ اور اس طرح کے بے شمار دوسرے ہتھکنڈے تھے جو بھارتی سامراج نے اسلامیانِ کشمیر خصوصاً ان کی نئی نسل کو اپنے دینِ تہذیب اور جُداگانہ ملّی تشخص سے

بیگانہ کر کے بھارت کے تہذیبی اور قومی دھارے میں جذب کرنے کے لئے ریاست پر اپنے غاصبانہ تسلط کے پہلے دن میں اختیار کرنا شروع کر دیئے تھے اور اسلامیانِ کشمیر کی مزید بدقسمتی یہ تھی کہ ان استعماری ہتھکنڈوں پر عمل درآمد کے لئے بھارتی سامراج کو خود مسلمانوں میں سے شیخ عبداللہ اور ان کے حواریوں اور اہلِ خاندان کی شکل میں کچھ آلہ ءکار بھی مل گئے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر مقبوضہ کشمیر سے اسلام اور مسلمانوں کے قلع قمع کے یہ سامراجی ہتھکنڈے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائے تو شاید آج وہاں پر اسلام اور آزادی کا کوئی ایک نام لیوا بھی موجود نہ ہوتا۔ آزادی وحق خود ارادیت کی کسی تحریک کے موجود ہونے کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہے کہ اس نے مقبوضہ کشمیر میں اسلام و آزادی کی علمبردار قوتوں کو اس بات کی توفیق و ہمت بخشی کہ وہ ریاست پر بھارتی تسلط کے آغاز کے ساتھ ہی ان سارے محاذوں پر بھارتی یلغار کے خلاف تحریک مزاحمت کا آغاز کر دے۔ دعوتی محاذ پر بھی اور فکری محاذ پر بھی تہذیبی محاذ پر بھی اور تعلیمی محاذ پر بھی، معاشرتی محاذ پر بھی اور سیاسی محاذ پر بھی، بھارت کے خلاف اور ان محاذوں پر جاری اس تحریک مزاحمت میں ٹھوس منصوبہ بندی بھی تھی اور مکمل ہم آہنگی بھی اور جس چیز نے اس تحریک مزاحمت کے مقابلے میں بھارت کے سامراجی ہتھکنڈوں اور ریشہ دانیوں کو ناکام اور اس کے آلہ ءکاروں کو بے بس کر دیا۔ وہ اس تحریک کی وہ بالغ نظر، جرأت منداور اولوالعزم قیادت تھی جس نے اسلام و آزادی اور حق خود ارادیت کے لئے جدوجہد کی راہ میں آلام و مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔

تحریکِ اسلامی اور اسلام و آزادی کی علمبردار دوسری قوتوں کے زیر اہتمام بھارتی تسلط کے خلاف جاری رکھی جانے والی اسی حکیمانہ تحریک مزاحمت کا نتیجہ تھا کہ اس سارے عرصے کے دوران میں بھارتی سامراج کی طرف سے ریاست سے اسلام اور مسلمانوں کے قلع قمع کے لئے اختیار کردہ تمام تر ہتھکنڈوں اور سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود اسلامیان کشمیر کا جذبہ ءاسلام و آزادی نہ صرف یہ کہ ماند نہیں پڑا بلکہ بتدریج پروان چڑھتے اور وسعت کرتے

ہوئے ایک ہمہ گیر تحریک مزاحمت کی صورت اختیار کرتا چلا گیا۔ یہ تحریک مزاحمت اس اعتبار سے بھی ہمہ گیر ہے کہ یہ بیک وقت زندگی کے تمام محاذوں پر جاری ہے الحمداللہ ان سارے محاذوں پر اسی تحریک کی پیش قدمی کے ساتھ ساتھ بھارتی سامراج کی پسپائی کا عمل بھی جاری ہے نیز یہ تحریک اس اعتبار سے بھی ہمہ گیر ہے کہ گنتی کے چند آلہ کاروں کو چھوڑ کر ریاست کے تمام مسلمان مرد وعورتیں اور بچے دل وجان سے اس کے ساتھ ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اگر ریاست پر بھارت کے غاصبانہ تسلط کے دوران یہاں کی تحریک اسلامی اور اسلام و آزادی کی علمبردار دوسری قوتوں نے ان سارے محاذوں پر بھارتی جارحیت کے خلاف مزاحمت کی تحریک جاری نہ رکھی ہوتی تو بھارتی سامراج کے اسلام اور مسلمانوں کے قلع قمع کے لئے اختیار کردہ ہتھکنڈوں کے نتیجے میں شاید آج ریاست میں اسلام و آزادی کے نام لیوا کسی شخص کا وجود بھی نہ ہوتا۔ وہاں پر آزادی وحق خودارادیت کی کوئی تحریک برپا نہیں ہوتی۔

یہاں یہ حقیقت ملحوظ رہے کہ اسلام و آزادی کی علمبردار قوتوں کے ذمہ داروں کو پہلے دن سے اس بات کا علم واحساس رہا ہے کہ یوں تو اسلام و آزادی کے جذبہ کو پروان چڑھانے کے لئے مزاحمت کی تحریک کو زندگی کے تمام محاذوں پر جاری رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ تاکہ بھارتی سامراج کو زندگی کے ہر محاذ پر پسپائی پر مجبور کیا جاسکے۔ لیکن بھارت کے برہمی سامراج کے مخصوص مزاج کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات سب پر واضح تھی کہ اگرچہ بھارتی تسلط کے خلاف ان سارے محاذوں پر تحریک مزاحمت اپنی جگہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور بلاشبہ اس تحریک کے نتیجے میں ان محاذوں پر اسے پسپائی پر بھی مجبور کیا جاسکتا ہے لیکن بھارتی سامراج ریاست سے بوریا بستر سمیٹ کر واپس جانے پر تیار اسی صورت میں ہوگا جب بھارت اور اس کے آلہء کاروں کیلئے کشمیر کی مقدس سرزمین پر پاؤں ٹکانا ناممکن بنادیا جائے گا۔

*****

شہ رگِ پاکستان

پروفیسر ڈاکٹر منیر الدین چغتائی

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے 14 دسمبر 1947ء کو فرمایا: ''کشمیر کا مسئلہ نہایت نازک مسئلہ ہے لیکن اس حقیقت کو کوئی انصاف پسند قوم اور ملک نظر انداز نہیں کر سکتا کہ کشمیر تمدنی، ثقافتی، جغرافیائی، معاشرتی اور سیاسی طور پر پاکستان کا حصہ ہے۔ جب بھی اور جس نقطہ نظر سے بھی نقشہ پر نظر ڈالی جائے گی، یہ حقیقت واضح ہوتی جائے گی کہ کشمیر سیاسی اور دفاعی حیثیت سے پاکستان کی شہ رگ ہے۔ یہ جذباتی نعرہ یا شاعرانہ ترکیب واستعارہ نہیں۔ کوئی ملک اور قوم برداشت نہیں کر سکتی کہ اپنی شہ رگ کو دشمن کی تلوار کے نیچے دیدے۔ کشمیر پاکستان کا حصہ ہے۔ جسے پاکستان سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے یہ کہتے ہوئے قطعاً ہچکچاہٹ نہیں کہ ریڈ کلف ایوارڈ میں مسلمانوں کے ساتھ فراڈ کیا گیا ہے۔ گورداسپور کے ایک ایسے حصے کو جو آبادی کے لحاظ سے مسلم اکثریت کا علاقہ تھا، محض اس لئے بھارت کے حوالے کر دیا گیا کہ بھارت کو کشمیر کے معاملات میں مداخلت کی آزادی مل سکے۔ لیکن بھارت کی نیت میں شروع سے ہی فتور تھا، اس فتور کا ثبوت کشمیر پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ ہے۔ ہم اپنے اس حق سے کبھی بھی دستبردار نہ ہوں گے۔''

قائداعظمؒ کا یہ بیان جیسا کہ انہوں نے خود کہا، کوئی جذباتی نعرہ نہیں۔ تاریخی، جغرافیائی، سیاسی، اقتصادی، دینی، قانونی، اخلاقی، دفاعی، غرض ہر لحاظ سے کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔

اس حقیقت کو کشمیر میں استصواب رائے سے متعلق اقوام متحدہ کے متعین کردہ کمیشن کے چیئرمین مسٹر جوزف کاربل اپنی کتاب DANGER IN KASHMIR میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''اگر کشمیر کی جنگ کسی علاقے کو حاصل کرنے یا قومی وسائل اور اہم مقامات پر قبضہ کرنے کی جنگ ہوتی یا اس کا مقصد وہ فوائد حاصل کرنا ہوتا جن کی خاطر قومیں ہمیشہ آپس میں لڑتی چلی آئی ہیں، تو یہ مسئلہ کب کا حل ہو چکا ہوتا۔ لیکن ان ساری صورتوں میں سے کوئی صورت بھی صحیح نہیں ہے۔ جو چیز مسئلہ کشمیر کو نا قابل حل بنا رہی ہے اور دونوں فریقوں کے درمیان تلخ کشمکش کا باعث بنتی ہے، وہ روایتی بین الاقوامی جھگڑوں سے الگ ہے۔ اس کی اصل وجہ دو الگ الگ نظریۂ حیات، دو الگ الگ سیاسی تصورات، دو جداگانہ معیارات اور دو الگ الگ رویوں کے درمیان کشمکش ہے جو کسی صلح اور سمجھوتے سے ختم نہیں ہو سکتی۔ اس تضاد اور کشمکش کا اظہار آج ایک مہلک تنازعے کی صورت میں ہو رہا ہے۔ ایک ایسا تنازع، کشمیر جس کی علامت بھی ہے اور میدان جنگ بھی۔''

نظریاتی پہلو کے علاوہ اقتصادی اعتبار سے بھی کشمیر پاکستان کے لئے زبردست اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اقتصادی اعتبار سے دیکھا جائے تو پاکستان میں بہنے والے سارے دریا جن پر پاکستان کی زراعت، توانائی اور صنعتوں کا دارومدار ہے، کشمیر سے نکلتے یا گزر کر آتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ بھارت ان دریاؤں کا رخ موڑنے میں کامیاب ہو جاتا ہے جو سائنس اور ٹیکنالوجی کے اس دور میں کچھ مشکل نہیں، تو پاکستان کے سونا اگلتے کھیت ریگستانوں اور کارخانے اور صنعتی مراکز کھنڈروں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ تمام شہر اور قصبے تاریکیوں میں ڈوب جائیں گے۔ اس طرح اگر بھارت ان دریاؤں پر غیر قانونی طور پر تعمیر کردہ ڈیموں اور بندوں کے گیٹ کھول دیتا ہے، تو پاکستان کے کئی اہم شہر اور دیہات سیلاب میں ڈوب جائیں گے۔

پاکستان کے لئے کشمیر کی اہمیت کے یہی وہ پہلو ہیں جن کی بنیاد پر قائداعظمؒ نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ 1947ء میں بھارت کی طرف سے کشمیر پر غاصبانہ تسلط کی بنیادی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ پاکستان کی اس شہ رگ پر قبضہ کر کے خود پاکستان کو ختم کرنا چاہتا تھا بھارت نے اس موقع پر اپنے ارادوں کا واضح اظہار بھی کر دیا تھا۔

بھارت کے بانی وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے تقسیمِ برصغیر سے کچھ ہی پہلے 1942ء میں ایک سینئر برطانوی سفارت کار سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے ارادوں کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا:

اس وقت تو ہم (کانگریس) مسٹر جناح کا مطالبۂ پاکستان مان لیں گے، لیکن پھر بتدریج ان کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیں گے کہ وہ خود آ کر ہم سے یہ درخواست کریں گے کہ ہمیں دوبارہ بھارت میں شامل کر لیا جائے۔ وقت کے ساتھ کانگریس کا یہ خواب بھی چکنا چور ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ 1947ء میں کشمیر پر بھارت کے غلط تسلط کا مقصد پاکستان کے لئے یہی حالات پیدا کرنا تھا۔

اس اعتبار سے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی سامراج کے غاصبانہ تسلط کے خلاف جاری موجودہ تحریک آزادی خود پاکستان کی تکمیل اور بقاء و سالمیت کی جنگ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کشمیر اور پاکستان میں کوئی فرق نہیں ہے اور کشمیر میں پاکستان کے مستقبل کی فیصلہ کن لڑائی لڑی جا رہی ہے۔ اسے کمزور کرنے والے اور اس سے جان چھڑانے والے کشمیر سے نہیں، پاکستان سے بے وفائی کے مرتکب ہوں گے۔ پاکستان کی دفاعی صلاحیت میں تھوڑی سی بھی کمی کشمیر اور پاکستان دونوں کے لئے تباہ کن ہو سکتی ہے۔ یہ وہ جال اور چال ہے جو دشمن کے جارحانہ حملے سے بھی زیادہ خطرناک ہے!

یہاں ہم بھارتی اور روسی لابی کے پھیلائے گئے اس مغالطے کو دور کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ کشمیریوں کی تائید و حمایت سے پاکستان کی بقا و سالمیت کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

اگر خدانخواستہ پاکستان کے غیر جانبدار رہنے کے نتیجے میں بھارتی سامراج تحریک آزادی کو کچلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، تو پھر اس کے بعد بھارت کا اگلا ہدف آزاد کشمیر ہو گا۔۔۔ پھر پاکستان۔ اس اعتبار سے کشمیری مسلمان اس وقت اپنی آزادی اور حق خود ارادیت کے ساتھ ساتھ پاکستان کی بقا و سالمیت کی جنگ بھی لڑ رہے ہیں۔

اس طرح مقبوضہ کشمیر میں بھارتی تسلط کے خلاف نبرد آزما کشمیریوں کی تائید و حمایت کرنا

اسلامیان پاکستان کی دینی ذمہ داری بھی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے کس مردوں، عورتوں اور بچوں کی حمایت میں نہیں لڑتے جو کمزور پا کر دبا لئے گئے ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ظالموں کی اس بستی سے نکال اور ہمارے لئے اپنے ہاں سے حامی اور مددگار بھیج۔

(سورۃ النساء۔آیت:70)

مسلمانان کشمیر کی تائید وحمایت کرنا اخلاقی وقانونی لحاظ سے بھی اہل پاکستان پر لازم ہے۔ اس لئے کہ اقوام متحدہ کی جن قراردادوں کی رو سے یکم جنوری 1949ء کو کشمیر میں آزادانہ رائے شماری کے وعدے پر مسلمانان کشمیر کے جہاد آزادی کو عارضی طور پر بند کروایا گیا تھا، اس میں پاکستان نے باقاعدہ ایک فریق کی حیثیت سے یہ ذمے داری قبول کی تھی کہ وہ کشمیری عوام کے حق خودارادیت سے متعلق ان قراردادوں پر عملدرآمد کرائے گا۔اقوام متحدہ کی ان قراردادوں میں پاکستان کی حیثیت صرف ایک فریق کی ہی نہیں، بلکہ کشمیری مسلمانوں کے وکیل اور مختار عام کی بھی ہے۔ پھر 1951ء میں حکومت آزاد کشمیر اور حکومت پاکستان کے درمیان کراچی میں ہونے والے معاہدے کی رو سے حکومت پاکستان نے کشمیری مسلمانوں کے حق خودارادیت کے وکیل اور مختار عام کی حیثیت سے اپنی اس ذمے داری کی دوبارہ توثیق بھی کر دی تھی۔ اس لئے پاکستان اخلاقی اعتبار سے بھی مسلمانان کشمیر کی حمایت کا پابند ہے۔

*****

تحریکِ آزادیِ کشمیر

بین الاقوامی طاقت بھارت کے ذہن سے سوچتی ہے؟

فتح محمد ملک

کشمیریوں کے حق خودارادیت کے باب میں امریکہ بھارت کے ذہن سے سوچنے لگا ہے۔ بالکل اسی انداز میں جس انداز میں مشرق وسطیٰ کی صورت حال کو اسرائیل کی آنکھ سے دیکھتا اور عربوں کے انسانی حقوق کو انتہائی سفاکی کے ساتھ ویٹو کے غیر اخلاقی حق استرداد کے مسلسل استعمال سے پامال کرتا چلا آ رہا ہے۔ تنازعۂ کشمیر کے باب میں بھی تمام تر امریکی سفارت کاری بھارت کو مقبوضہ کشمیر میں درپیش ہولناک صورت حال سے نجات بخشنے پر مرتکز ہے۔ اس سفارت کاری سے اگر حق وانصاف کا خون ہوتا ہے تو ہوتا رہے، کشمیریوں کے انسانی حقوق پامال ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں، اقوام متحدہ کے چارٹر کی توہین ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔ امریکہ کو اس کی قطعاً کوئی پروانہیں۔ اسے اگر پرواہ ہے تو فقط اسرائیل بھارت کے سامراجی قلعوں کو مسلسل محفوظ سے محفوظ تر بناتے چلے جانے کی۔ وہ مسلمان دنیا کی ممکنہ بیداری اور امکانی اتحاد کے موہوم خوف میں مبتلا ہے۔ چنانچہ وہ دنیائے اسلام کے ایک سرے پر اسرائیل اور دوسرے سرے پر بھارت کی سامراجی چھاؤنیوں کا استحکام اور دوام چاہتا ہے۔ امریکہ چاہتا ہے کہ کشمیری مسلمان ہندوانڈیا کے قفس میں قید رہیں اور ان کے زنجیر وسلاسل کی کوئی جھنکار اور ان کی شورش ہاؤہو کی کوئی گونج بھی باہر کی دنیا کو سنائی نہ دے۔ امریکہ نے ستم دوستی کی یہ روش اس لئے اپنا رکھی ہے کہ وہ کشمیریوں کے پاکستان اور پاکستان کے مغرب میں پھیلی ہوئی دنیائے اسلام سے مشترک دینی، تہذیبی اور سیاسی رشتوں کی جبلی نوعیت سے بخوبی آگاہ ہے۔ ہمیں اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے

کہ تنازعہ کشمیر پر امریکہ کی براہِ راست اور بالواسطہ سفارت کاری کشمیریوں کو بھارت کی غلامی پر رضامند کرنے اور پاکستان کو راضی برضا رہنے کی تلقین سے عبارت ہے، جسے اس حقیقت کا ثبوت درکار ہو وہ یونائیٹڈ سٹیٹ انسٹی ٹیوٹ آف پیس کی سپیشل رپورٹ بعنوان ''دی پولیٹیکل اکانومی آف دی کشمیر کانفلیکٹ'' (جون 2004) پر ایک سرسری نظر ڈال لے۔

امریکی کانگرس نے امن کا یہ فیڈرل ادارہ 1984ء میں قائم کیا تھا۔ اس انسٹی ٹیوٹ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ارکان کو امریکی صدر نامزد کرتے ہیں اور ان نامزدگیوں کی توثیق امریکی سینٹ کرتی ہے۔ زیرِ نظر رپورٹ اس انسٹی ٹیوٹ کی ایک سو چوبیسویں رپورٹ ہے جسے اس انسٹی ٹیوٹ کے سینئر فیلو وجاہت حبیب اللہ نے تیار کیا ہے۔ جناب وجاہت حبیب اللہ بھارتی حکومت کے ایک سابق سیکرٹری ہیں۔ انہوں نے اپنی ملازمت کے دوران اندرا گاندھی اور راجیو گاندھی کے ساتھ بھی کام کیا ہے اور واشنگٹن میں بھارت کے سفیر کی نازک ذمہ داریاں بھی نبھائی ہیں۔ آج کل وہ متذکرہ بالا انسٹی ٹیوٹ میں تنازعہ کشمیر کی گتھیاں سلجھانے میں امریکی حکومت کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ اس رپورٹ میں کشمیری حریت پسندوں کو دہشت پسند کہا گیا ہے اور بھارت کی ریاستی دہشت گردی کے خلاف دادِ شجاعت دینے والے کشمیریوں کو تشدد پرست کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں ثابت کیا گیا ہے کہ پاک بھارت مذاکرات اس وقت تک نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتے جب تک مقبوضہ کشمیر کے اندر ''سیاسی تشدد'' میں کمی نہیں آ جاتی۔ گویا تحریک آزادی کو کچل دینے اور بغاوت کی آگ کو ٹھنڈا کر دینے کے بعد ہی مذاکرات کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یہاں مذاکرات کی ''کامیابی'' کا مفہوم یہ ہے کہ پھر مذاکرات کی سرے سے ضرورت ہی نہ رہے۔ وہی صورت حال لوٹ آئے جو آج سے پندرہ برس پیشتر شروع ہونے والی رواں تحریک حریت سے پہلے تھی۔ یہ ''کامیابی'' مقبوضہ کشمیر میں بھارت کے سامراجی تسلط کے استحکام سے عبارت ہے ''کچھ لو اور کچھ دو'' کے ان کامیاب مذاکرات کے نتیجے میں کشمیر بھارت کے حصے میں آئے گا اور امریکی خوشنودی کی سند پاکستان کے ہاتھ آ جائے گی۔ ہمارے حکمران طبقے کے

لئے اتنی سی ''کامیابی'' بھی ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔

ہر چند اس رپورٹ کا بنیادی محرک ساؤتھ ایشین فری ٹریڈ ایگریمنٹ (SAFTA) کے جلد از جلد برگ و بار لانے کی تمنا ہے تاہم تنازعۂ کشمیر کی تاریخ بیان کرتے وقت ذرا سی نظریاتی بحث بھی کی گئی ہے۔ پاکستان کے نقطۂ نظر کو درج ذیل الفاظ میں پیش کیا گیا ہے:

> "Pakistan has argued that districts with Muslims majorities should have been assigned to the new state of Pakistan, implying that Kashmir should have become part of Pakistan. For India, this argument militates against the concept on which Indian nationhood is founded."

یہاں دو باتیں قابل غور ہیں۔ پہلی یہ کہ پاکستان نے کشمیر کے مسلمان اکثریت کے ضلعوں کو اپنے اندر ضم کرنے کی بات کبھی نہیں کی۔ پاکستان کا مطالبہ تو یہ رہا ہے کہ کشمیریوں کو خود ارادیت کا حق دینے کی خاطر رائے شماری کرائی جائے۔ یہ مطالبہ صرف پاکستان کا نہیں بلکہ اقوام متحدہ کا بھی ہے جس نے کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی حمایت میں متعدد قراردادیں منظور کر رکھی ہیں۔ پاکستان چاہتا ہے کہ ان قراردادوں پر عمل کرتے ہوئے مسلمان اکثریت کے ساتھ ساتھ ہندو اور بُدھ اقلیتوں کو بھی رائے شماری میں حصہ لینے کا موقع دیا جائے اور پھر اکثریت جو بھی فیصلہ کرے، اس پر اقوام متحدہ پاکستان اور بھارت ہر دو کو عمل کرنے پر مجبور کرے۔ یہ مذہبی نہیں انسانی حقوق کی سربلندی کا مطالبہ ہے۔ رپورٹ میں بنیادی انسانی حقوق کی جدوجہد کو مذہبی انتہا پسندی کا رنگ تک دے کر مغربی دنیا کی اسلام بیزاری کی بیماری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کشمیری مسلمانوں کو خود ارادیت کا حق دینا بھارتی قومیت کے تصور سے متصادم ہے۔ ہمارے لئے سوچنے کی بات یہ ہے کہ پاکستان کا قیام بھی متحدہ بھارتی قومیت کی نفی اور جداگانہ مسلمان قومیت کے اثبات کا کرشمہ ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خود پاکستان کا وجود ہی بھارتی تصور قومیت سے متصادم ہے۔ پاکستانی قومیت کی اساس اسلام ہے (اسلام تیرا دیس

ہے تو مصطفوی ہے) تو کیا بھارتی قومیت کی خام بنیاد کو پختگی بخشنے اور جنوبی ایشیا میں آزاد تجارت کے فروغ کی خاطر پاکستان کی اسلامی بنیاد کو مٹا دینا لازم ہے؟ یونائیٹڈ سٹیٹس انسٹی ٹیوٹ آف پیس کی اس رپورٹ کا جواب اثبات میں ہے۔ چنانچہ ہمیں کشمیر پر اپنے اصولی موقف سے دستبرداری کے فوائد سمجھانے کے لئے نت نئے استدلال کے فریب میں مبتلا کرنے کی بین الاقوامی سرگرمیاں روز بروز زور پکڑتی چلی جا رہی ہیں۔

بھارت کے سامراجی تسلط کے خلاف کشمیریوں کی تحریک مزاحمت کو نسلی تصادم قرار دینا حقائق سے فرار کی خطرناک مثال ہے۔ یہ تصادم نسلی نہیں نظریاتی ہے۔ یہ کشمیری عوام کی بھارتی افواج کی وحشت و سفاکیت کے خلاف جنگ ہے۔ یہ کہنا کہ تحریک مزاحمت کو ISI نے مذہبی رنگ دے دیا ہے تعجب انگیز ہے۔ آئی ایس آئی کیا کر رہی ہے اور کیا نہیں کر رہی؟ مجھے اس کی مطلق کوئی خبر نہیں مگر میں اس حقیقت سے باخبر ہوں کہ کشمیری مسلمانوں کا خمیر اسلام سے اٹھا ہے۔ اسلام ہولی کے رنگوں میں سے کوئی ایسا رنگ نہیں ہے جسے بس اوپر سے چھڑک کر گھڑی دو گھڑی کے تماشے کا سامان کیا جاتا ہے۔ اسلام تو کشمیری مسلمانوں کے رگ و پے میں خون حیات بن کر گردش کر رہا ہے۔ وہ تو ایک لاکھ شہداء کے گلستان سجا چکے ہیں۔ کیا یہ آئی ایس آئی تھی جس نے سات سو سال پہلے کشمیر کے راجا کو اسلام قبول کر کے سلطان صدرالدین کا نام اختیار کرنے کی دعوت دی تھی؟ کیا یہ آئی ایس آئی تھی جس نے چھ سو سال پہلے سید علی ہمدانی کو اپنے سیکڑوں مریدوں کے ساتھ سری نگر لا بٹھایا تھا؟ کیا خانقاہ معلیٰ آئی ایس آئی نے قائم کی تھی؟ کیا شیخ نور الدین ولی کو آئی ایس آئی نے اسلامی طرزِ حیات اختیار کرنے پر مجبور کیا تھا؟ چرار شریف میں شیخ نور الدین کے مقبرے کو نذر آتش کرنے والی بھارتی مسلح افواج کو ان سب سوالوں کا درست جواب معلوم ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ آئی ایس آئی کے وجود میں آنے سے صدیوں پہلے بھارتی سامراج کا سب سے بڑا دشمن پیدا ہو چکا تھا۔ یہ ایسا دشمن ہے کہ جس کی قبر بھی بھارت کی تمام مسلح افواج سے زیادہ طاقتور ہے۔ اسلام کی اس طاقت سے نمٹنے کے لئے امریکہ، اسرائیل اور بھارت

کے تھنک ٹینک شبانہ روز محنت میں مصروف ہیں۔ مگر یقین واثق ہے کہ بالآخر حق اور سچ کی فتح ہو گی، بھارتی استعمار کا خاتمہ ہو گا اور کشمیری اپنی خواہشوں اور اُمنگوں کے مطابق آزادی کے امین ہوں گے۔ پاکستان کے عوام اپنے کشمیری بھائیوں کی اس عظیم جدوجہد میں ہمیشہ شانہ بشانہ رہیں گے۔ انشاء اللہ ملی وحدت ہی ہمارا مقدر اور مستقبل ہے۔

*****

مسئلہ کشمیر اور پاکستان کا کردار
قائداعظم محمد علی جناحؒ کی نظر میں

اظہر مسعود

کہا جاتا ہے کہ ہر سو سال کے بعد ایک ولی آتا ہے جو قوم کی بگڑی سنوارتا ہے۔ جب ہم اس نظریئے کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یقین کرنا پڑتا ہے کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کو اللہ تعالیٰ نے برصغیر کے مسلمانوں کی مظلومیت اور بے چارگی کے پیش نظر میدان سیاست میں ولی بنا کر بھیجا تھا۔ قائداعظمؒ کا مقابلہ ایک طرف اپنے ہی غداروں سے تھا اور دوسری طرف ہندو اور انگریز تھے۔ آپ نے نہ صرف برصغیر کے تمام مسلمانوں کو اپنی بے خوف، پراعتماد اور ولولہ انگیز قیادت میں متحد کیا، بلکہ گاندھی، نہرو، پٹیل اور انگریزوں کو چاروں شانے چت کر دیا۔ ہندوستان اور انگریزوں نے کئی سازشیں کیں، لیکن وہ قائداعظمؒ کے استقلال کو نہ ہلا سکے۔ قائداعظمؒ علامہ اقبالؒ کے نظریات و بیان کے مطابق اسلام کے مردمومن تھے، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کو اپنی سیاسی جدوجہد کی بنیاد بنایا۔ قائداعظمؒ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی ایسی تشریح کی کہ مسلمانوں کی سیاست دین کا ہی ایک حصہ ہے۔

جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر قائداعظمؒ کی نظر میں کیا ہے تو ہمیں قیام پاکستان سے پہلے کے حالات وواقعات سے بات شروع کرنا پڑے گی۔ 1935ء میں قائداعظمؒ کے دورہ کشمیر پر ایک عظیم الشان جلسہ سری نگر پتھر مسجد میں منعقد ہوا۔ جس میں چوہدری غلام عباس نے سپاسنامہ پڑھا۔ قائداعظمؒ نے اپنے خطاب میں کہا: ''میں آپ پر یہ بات واضع کر دینا چاہتا ہوں کہ آزادی کے لئے آپ کی جدوجہد اور برٹش انڈیا میں میرے معاملات کے ساتھ اپنی ہمدردی

اور نیک خواہشات ظاہر کریں گے، یقیناً آپ ایسا کریں گے۔''(1)

یہ وقت تھا جب قائداعظمؒ نے ایک سال بیشتر (1934ء) ہی میں مسلم لیگ کی قیادت سنبھالی تھی اور آپ تمام برصغیر میں مسلم لیگ کی تنظیم نو میں مصروف تھے۔ دوسری طرف کانگریس مسلمانوں کو اپنے اندر ضم کرنے کے لئے کوشاں تھی۔ اس لئے قائداعظم نے کشمیری مسلمانوں کی کشمیر کے ڈوگرہ مہاراجہ کے ظلم وستم اور اقتدار کے خلاف جدوجہد کی برصغیر کے مسلمانوں کی طرف سے نہ صرف مکمل حمایت ظاہر کی بلکہ کشمیریوں اور برصغیر کے مسلمانوں کی جدوجہد کو ہم آہنگ قرار دیا۔ سری نگر کے اسی خطاب میں آپ نے فرمایا۔

''ایک بات میں آپ سے اور آپ کے رہنماؤں سے ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اقلیتوں یعنی ریاست کے ہندوؤں کو ہمیشہ یہ احساس دلائیں کہ وہ ریاست میں انصاف اور مساوات حاصل کریں گے، یہ احساس دلانا اکثریت کا فرض ہے۔ میں نے یہ اصول اور مساوات برطانوی ہندوستان میں برتا لیکن میں چند ایک لیڈروں کو یہ یقین دلانے میں کامیاب نہیں ہوسکا کہ جب تک اس اصول کو نہ اپنایا جائے، آزادی کی کوئی امید نہیں، میں کہوں گا کہ اقلیتوں کو یہ احساس دلائے بغیر اکثریت کی طرف سے مساوات کا سلوک کیا جائے گا۔ آپ کی سیاست کے راستے سے کانٹے دور نہ ہوں گے۔(2)

اس وقت قائداعظم مسلمانوں کو برصغیر میں ہندوؤں کے مقابلے میں ایک الگ قوم ثابت کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھے جبکہ کانگریس مسلمانوں کو اپنی ساتھی قوم ہونے کا جھانسہ دینے میں مصروف تھی۔ درج بالا اقتباس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قائداعظمؒ نے کشمیر کے مسلمانوں کو اپنی شناخت ہندوؤں سے الگ قوم کے طور پر رکھنے کی تلقین کی۔

پھر 1935ء میں برصغیر میں کانگریس وزارتیں قائم ہوئیں اور مسلمانوں کے سامنے کانگریس ''سیکولرازم'' کے نقاب سے بے نقاب ہوگئی اور ہندوؤں کی مسلمانوں کے خلاف انتہاپسندی کھل کر سامنے آگئی۔ 1939ء میں کانگریسی وزارتوں کے خاتمے پر قائداعظمؒ کی اپیل

پر تمام برصغیر کے علاوہ کشمیر میں بھی یوم نجات منایا گیا۔ 23 مارچ 1940ء کو قائداعظمؒ کی قیادت میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور میں منعقد ہوا اور اس تاریخ ساز اجلاس میں اتفاق رائے سے قرارداد پاکستان منظور کی گئی۔ اس اجلاس میں برصغیر بشمول ریاست جموں وکشمیر کے مسلمان تیزی کے ساتھ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہونے لگے۔ اب برصغیر کے متحد مسلمانوں اور ان کے قائد، قائداعظمؒ کے سامنے پاکستان کی منزل کا حصول تھا۔ ان حالات میں مئی 1944ء میں قائداعظمؒ نے کشمیر کا تیسری بار دورہ کیا۔ قائداعظمؒ نے کشمیر میں اڑھائی مہینے قیام فرمایا اور اس دوران انہوں نے کشمیری عوام اور ان کے رہنماؤں کو بہت قریب سے دیکھا اور انہیں یقین آ گیا کہ جموں وکشمیر کے مسلمانوں کے دلوں میں پاکستان کی محبت نا قابل تسخیر ہے۔ جموں کے عید گاہ میدان میں قائداعظمؒ نے فرمایا۔

''جموں وکشمیر کے مسلمانوں کی تحریک آزادی، ان ناانصافیوں کا ردعمل ہے جو ایک صدی سے ان پر روا رکھی گئی ہیں۔ جب کسی قوم پر جبر حد سے بڑھ جائے تو بالآخر وہ قوم ناانصافیوں کے ازالہ کے لئے اور حقوق طلبی کے لئے بیدار ہو جاتی ہے۔ ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان ریاست کے مسلمانوں کو ان کی جدوجہد آزادی میں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ دس کروڑ مسلمان محض تماشائی نہیں رہ سکتے، ریاستی مسلمانوں کے دکھ درد میں وہ برابر کے شریک ہوں گے۔'' (3)

سرینگر پہنچنے پر قائداعظمؒ نے پرتاب پارک میں نیشنل کانفرنس کے کارکن پنڈت جیا لعل کلم کے سپاس نامہ کے جواب میں خطاب فرمایا۔

''بلاشبہ یہ ایک شاہانہ استقبال ہے جو کسی بڑے سے بڑے مغل بادشاہ کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا لیکن مجھے اس کا پورا احساس ہے کہ یہ استقبال محمد علی جناح کی ذات کا نہیں بلکہ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کا ہے۔'' (4)

اس کے بعد مسلم کانفرنس کے جلسہ میں محمد اسماعیل ساغر کے سپاس نامہ کے جواب میں قائداعظمؒ نے فرمایا۔

''جب مسلمانوں کا خدا ایک، رسول ایک اور قرآن ایک ہے تو ان کی آواز کیوں نہ ایک ہو؟ میں کشمیر کے مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔(5)

جون 1944ء میں مسلم کانفرنس کا سالانہ جلسہ قائداعظمؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ چوہدری غلام عباس کے سپاسنامے کے بعد قائداعظمؒ نے کشمیریوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''جب میں اس جلسے پر نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور یقین ہوتا ہے کہ مسلمان اب جاگ اٹھے ہیں اور وہ مسلم کانفرنس کے جھنڈے تلے کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں ایک مہینے سے یہاں مقیم ہوں اور اس عرصے میں میرے پاس ہر خیال کے آدمی آئے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ 99 فیصد جو میرے پاس آئے ہیں، مسلم کانفرنس کے حامی ہیں۔ ہاں! مسلمانوں سے جو میرے پاس ملنے آئے کچھ بھائی اس رائے کا اظہار کر گئے ہیں کہ مسلمانوں کو نیشنل کانفرنس میں شامل ہونا چاہیے۔ انہوں نے دلائل بھی دیئے اور میں نے نیشنل کانفرنس کے حامیوں سے سوال کیا کہ اس کونسل کو کتنا عرصہ گزر چکا ہے اور کیا اس میں ہندو سکھ وغیرہ بھی شامل ہیں؟ جواب ملا ''نیشنل کانفرنس تقریباً آٹھ سال سے قائم ہے اور چند ہندو سکھ اس میں شامل ہیں۔'' میں نے کہا ''اگر آٹھ سال کے طویل عرصے میں ہندو سکھ بحیثیت مجموعی نیشنل کانفرنس میں شامل نہیں ہوئے تو پھر اس کانفرنس میں سوائے مسلمانوں کے رہا کون؟''

میرے نزدیک یہ غلطی ہے۔ ہم ہر قوم سے کہیں اپنی جگہ مضبوط منظم ہو جاؤ۔ اس کے بعد ہم سب مل کر کوئی باعزت فیصلہ کر سکیں گے۔ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں جس پر چل کر ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ میں آپ کو ہدایت دیتا ہوں کہ آپ صاف صاف اور کھلے الفاظ میں اعلان کیجئے کہ ہم مسلمان ہیں۔ عزت کا صرف ایک رستہ ہے وہ ہے اتفاق و اتحاد۔ ایک پرچم، ایک نصب العین، ایک پلیٹ فارم۔ اگر آپ نے یہ حاصل کیا تو آپ یقینا کامیاب ہوں گے۔ مسلم لیگ اور ہماری خدمات، تائید و حمایت آپ کے قدموں پر ہو گی۔''(6)

اس طرح 1944ء میں جب برصغیر میں پاکستان کی تحریک اپنے کٹھن اور صبر آزما مراحل

میں تھی۔ قائداعظمؒ نے کشمیریوں کو برصغیر کے مسلمانوں کی جدوجہد اور مستقبل میں شریک سمجھتے ہوئے کشمیر کا دورہ کیا اور مسلمانوں کے عظیم رہنما کی حیثیت سے کشمیریوں کو منزل دکھائی، منزل کے حصول کا طریقہ بتایا۔

1946ء میں جب کانگریسی رہنما جموں وکشمیر کے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لئے سخت کوششیں کر رہے تھے۔ قائداعظمؒ نے ایک بار پھر جموں وکشمیر کے مسلمانوں کو حالات سے آگاہ کرتے ہوئے اپنی رہنمائی عطا کی۔ قائداعظمؒ نے فرمایا۔

''جموں وکشمیر کے مسلمانوں سے میں اپیل کرتا ہوں کہ وہ اتحاد و یگانگت کو بہر کیف برقرار رکھیں اور چوہدری غلام عباس کی قیادت اور مسلم کانفرنس کی جھنڈے تلے جمع رہیں، نیز مسلمان اپنے مطالبات (جن کا ذکر مسلم کانفرنس کی مجلس عاملہ کی قراردادوں میں کیا گیا ہے) پر پوری مضبوطی سے ڈٹے رہیں۔

میں مسلمانوں کو متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے دشمنوں سے خبردار رہیں اور کشمیر میں جو آوازے بلند ہوئے ہیں، ان سے گمراہ نہ ہوں اور نہ ہی انہیں کسی ایسی کارروائی میں ملوث ہونا چاہیے جو ان کے مفاد کے منافی ہو۔ اگر تم دشمن کے جھانسے میں آ گئے تو تم تباہ ہو جاؤ گے۔ یہ لوگ دوستوں کے لباس میں ظاہر ہو کر تمہارے پاس آئیں گے تاکہ تمہیں اپنے جال میں پھانس لیں اور تمہیں گمراہ کریں، مسلم سواد اعظم سے الگ تھلگ کر دیں۔ ایسے بگلا بھگتوں اور بناوٹی ہمدردوں سے بچ کر رہو۔ میں مسلمانان جموں وکشمیر کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم سارے طریقوں سے مسلمانان جموں وکشمیر کی تائید وحمایت کریں گے۔(7)

پاکستان قائم ہونے کے بعد 20اکتوبر 1947ء کو مہاراجہ کشمیر کے تار کا جواب دیتے ہوئے قائداعظمؒ نے اپنے تار میں لکھا۔

''بیرونی مدد حاصل کرنے کی دھمکی سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی حکومت کا اصل مقصد ہندوستان میں شامل ہونے کا ناگہانی موقع تلاش کرنا اور اس ڈومینین کی مداخلت اور کمک طلب

کرنا ہے۔ یہ پالیسی قدرتی طور پر آپ کی رعایا میں، جن میں 85 فیصد مسلمان ہیں، گہری ناراضگی اور سنگین خدشات پیدا کر رہی ہے۔ میری حکومت نے آپ کے مستند نمائندے کے ساتھ ملاقات کی جو تجویز پیش کی تھی، اس کی اب اشد ضرورت ہے۔''

مہاراجہ نے اس تار کا کوئی جواب نہیں دیا۔ حالانکہ قائداعظمؒ نے یاددہانی بھی کرائی۔(8)

ہندوستان سے ریاست کے الحاق کی سازش گاندھی اچاریہ کرپانی اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے دورہ کشمیر اگست 1947ء میں ہی تیار ہو چکی تھی۔ قائداعظمؒ سے تاروں کا تبادلہ محض دکھاوا تھا۔ ہندوستان نے مہاراجہ سے عارضی الحاق کی دستاویز حاصل کر کے 27 اکتوبر 1947ء کو ہوائی جہازوں کے ذریعے ہندوستانی فوج سری نگر کے ہوائی اڈے پر اتار دیں۔

قائداعظمؒ کو مہاراجہ کی بد دیانتی، ہندوستان کی دھاندلی، اور ہٹ دھرمی پر بڑا دکھ ہوا اور آپ نے فوج کو حکم دیا ''مارچ آن یوئیر ٹروپس اینڈ کیپچر جموں اینڈ سری نگر بوتھ۔(9)

''پاکستان کے گورنر جنرل جناحؒ نے 27 اکتوبر (ہندوستان فوج کشمیر پہنچ چکی تھی) کو قائمقام کمانڈر انچیف ڈگلس ڈی گریسی کو پاکستانی افواج کشمیر بھیجنے کا حکم دیا۔ جنرل گریسی کو صورتحال کی سنگینی کا علم تھا، لہٰذا وہ جناح کے احکامات کی تکمیل سے بیشتر دونوں افواج کے فیلڈ مارشل سر کلاڈ آرکنلیک سے منظوری حاصل کرنا چاہتا تھا۔''(10)

قائداعظمؒ نے یہ تجویز پیش کی کہ کشمیر کا تنازعہ طے کرنے کے لئے دونوں مملکتوں کے گورنر جنرل، وزیراعظم، مہاراجہ کشمیر اور اس کا وزیراعظم 29 اکتوبر 1947ء کو ایک کانفرنس منعقد کریں۔ یکم نومبر کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اس مسئلے پر لاہور میں قائداعظمؒ سے ملاقات کی۔ قائداعظمؒ نے فرمایا۔

''3 جون کی سکیم کی رو سے کسی کو اس وقت تک کسی ریاست کے معاملے میں دخل حاصل نہیں جب تک وہ اس میں شامل نہ ہو۔ کشمیر کو ایسے حالات میں انڈین یونین میں شامل کیا گیا۔ جب کشمیر کی عوام اپنے حکمران کے مظالم سے تنگ آ کر علم بغاوت بلند کر چکے تھے اور راجہ کا اقتدار

آخری ہچکی لے رہا تھا۔ انڈین یونین نے اپنی فوج بھیج کر اس مریض جاں لب کو انجکشن دینے کی کوشش کی ہے۔ اگر انڈین یونین تدبر کا ثبوت دیتی تو اسے چاہیے تھا کہ وہ کشمیر کو انڈین یونین میں شامل کرنے سے صاف انکار کر دیتی۔ یہ معاملہ کشمیریوں کا اپنا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کو دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ جب ہندوستانی گورنمنٹ نے کشمیر میں فوجیں بھیجیں تو مشترکہ دفاعی کونسل کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا اور حکومت پاکستان سے مشورہ لینا بھی ضروری نہیں سمجھا گیا، لہٰذا جو اقدام انڈین یونین نے ہمارے مشورے کے بغیر کیا، ہم اس کے نتائج کی ذمہ داری کیونکر لے سکتے ہیں۔ انڈین یونین کی یہ تجویز کہ جموں وکشمیر میں امن ہو جائے، پھر کشمیر کے عوام سے رائے حاصل کر لی جائے گی، پرفریب اور مضحکہ خیز تجویز ہے۔ کشمیر جہاں جغرافیائی اور اقتصادی لحاظ سے پاکستان کا ایک حصہ ہے وہاں سیاسی اعتبار سے بھی اس کا پاکستان میں شامل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے بیرونی حملے سے دوڈومینیں محفوظ ہو جاتی ہیں۔

اس وقت استصواب رائے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ہری سنگھ نے ریاستی عوام کی مرضی کے خلاف ہندوستان میں شامل ہونے کی کوشش کی تو عوام میں غم وغصہ پھیل گیا (ان میں غیر مسلموں کی ایک تعداد شامل ہے جو ہری سنگھ کے اس فیصلے کے خلاف ہیں۔) عوام نے متعدد بار راجہ سے اپیل کی کہ وہ پاکستان میں شامل ہو جائے لیکن راجہ پر اس مشورہ کا الٹا اثر ہوا اور اس نے عوام کی آواز کو طاقت کے بل پر دبانے کی کوشش کی۔ اس پر عوام نے بھی طاقت کا جواب طاقت سے دینا شروع کیا۔ جب راجہ ان کی چوٹ برداشت نہ کر سکا تو اسے اپنا اقتدار ختم ہوتا دیکھ کر اسے ہندوستان میں شامل ہونے کی سوجھی۔ دراصل کشمیر ہندوستان میں شامل نہیں ہوا بلکہ ہری سنگھ شامل ہوا۔ جب ہندوستان میں ہری سنگھ کے شمول کے خلاف عوام ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہو گئے تو ان سے یہ رائے طلب کرنے کی تجویز کی کہ وہ ہندوستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا پاکستان میں، نہ صرف یہ فریب ہے بلکہ مضحکہ خیز بھی ہے۔'' (11)

''دونوں گورنروں کے درمیان یکم نومبر کو لاہور میں ساڑھے تین گھنٹے مذاکرات ہوئے اور

اس میں تجاویز پیش کی گئیں۔ نہرواُن تمام تجاویز کو مسترد کرتے ہوئے تمام مذاکرات سے منحرف ہو گئے۔

کشمیر کا مسئلہ نہایت نازک مسئلہ ہے لیکن اس حقیقت کو کوئی انصاف پسند قوم اور ملک نظر انداز نہیں کر سکتا کہ کشمیر تمدنی، مذہبی، جغرافیائی، معاشرتی اور سیاسی طور پر پاکستان کا ایک حصہ ہے۔ جب بھی اور جس نقطہ نظر سے بھی نقشہ پر نظر ڈالی جائے گی، یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ کشمیر سیاسی اور دفاعی لحاظ سے پاکستان کی شہ رگ ہے اور کوئی ملک اور قوم اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ اپنی شہ رگ کو دشمن کی تلوار کے نیچے دے دے۔(12)

کشمیر پاکستان کا حصہ ہے، ایک ایسا حصہ جسے پاکستان سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے یہ کہنے میں قطعاً ہچکچاہٹ نہیں کہ ریڈ کلف ایوارڈ میں مسلمانوں کے ساتھ فراڈ کیا گیا ہے۔ گورداسپور کے ایک ایسے حصے کو جو مسلم آبادی کے لحاظ سے مسلم اکثریت کا علاقہ تھا محض اس لئے ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا کہ ہندوستان کو کشمیر کے معاملات میں مداخلت کی آزادی مل سکے۔ پاکستان نے ریڈ کلف ایوارڈ کو دیانتداری سے تسلیم کیا تھا لیکن ہندوستان کی نیت میں شروع سے فتور تھا۔ اس فتور کا مظہر کشمیر کا جھگڑا ہے۔''(13)

الغرض کشمیر کے بارے میں قائداعظمؒ کے نظریات، فرمودات اور پالیسی کا بغور جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ کشمیر پاکستان کا ایسا حصہ ہے جس کے لئے پاکستان کو اپنے باقی تمام مسائل کو پس پشت ڈالتے ہوئے بھرپور کارروائی کرنی ہوگی۔ اس وقت جبکہ پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کی مشکلات ناقابل بیان حد تک تھیں۔ ہندوستان کی سازشوں اور کئی دوسرے سنگین مسائل کی بناء پر پاکستان کی سلامتی و بقاء تک کو خطرہ تھا۔ اس کے باوجود قائداعظمؒ نے ہندوستان کے رویّے کے باعث کشمیر میں پاکستان کے فوجی کردار کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اس کا حکم دیا۔ قائداعظمؒ نے جب دیکھا کہ انگریزی فوجی قیادت کی وجہ سے پاکستانی فوج جموں و کشمیر میں داخل نہیں ہو رہی تو قائداعظمؒ نے کشمیریوں کو دوسرے ذرائع سے عملی مدد پہنچائی۔

قائداعظم نے بطور گورنر جنرل پاکستانی رہنماؤں کے لئے کشمیر پر ایک واضح راستہ اور پالیسی متعین کی، جس سے زیادہ عرصہ تک چشم پوشی پاکستان کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے۔ قائداعظمؒ کے یہ الفاظ ہماری آج کے دور کی کشمیر پالیسی کے لئے باعث ندامت ہے۔ مادر ملت محترمہ فاطمہ جناحؒ قائداعظمؒ کی کشمیر سے محبت اور اپنی کمٹ منٹ کی ادائیگی سے والہانہ محبت کرتے ہوئے تحریر کرتی ہیں۔

''ان کی بے ہوشی میں، میں ان کے خیالات کی بڑبڑاہٹ سن سکتی تھی وہ نیند میں سرگوشی کر رہے تھے،......کشمیر......انہیں......فیصلہ کرنے کا......حق دیجئے......آئین......۔(14)

حوالہ جات:

1) بحوالہ تحریک حریت کشمیر، جلد دوم، مرتبہ رشید نثار مطبوعہ (بھارتی مقبوضہ کشمیر)

2) بحوالہ تحریک حریت کشمیر، جلد دوم، مرتبہ رشید نثار مطبوعہ (بھارتی مقبوضہ کشمیر)

3) بحوالہ تحریک حریت کشمیر، جلد دوم، مرتبہ رشید نثار مطبوعہ (بھارتی مقبوضہ کشمیر)

4) بحوالہ کشمیر آزادی کی دہلیز پر از خواجہ غلام احمد پنڈت صفحہ نمبر 134

5) بحوالہ کشمیر آزادی کی دہلیز پر از خواجہ غلام احمد پنڈت صفحہ نمبر 134،
کشمیر قائداعظم اور کے ایچ خورشید از محمد سعید اسد صفحہ 44

6) کشمیر آزادی کی دہلیز پر از خواجہ احمد پنڈت صفحہ 137-138 و بحوالہ تحریک حریت کشمیر۔
جلد دوم رشید نثار (مقبوضہ کشمیر)

7) بحوالہ روزنامہ ڈان دہلی و ہفت روزہ ''جاجموں'' 27 جون 1946ء

8) بحوالہ ظہور پاکستان، چوہدری محمد علی، صفحات، 248-249

9) شمیر سا گا سر دار محمد ابراہیم

10) ڈینجر ان کشمیر جوزف کاربیل، ترجمہ ایس اے کشمیر خطرات کی گود میں صفحہ 106

11) قائداعظمؒ کے آخری لمحات از اشرف عطاء، 63-64

12) ڈینجران کشمیر جوزف کاربیل، ترجمہ ایس اے کشمیر خطرات کی گود میں صفحہ 107-108

13) قائداعظمؒ کے آخری لمحات از اشرف عطاء۔ صفحات،58-59 وکشمیر آزادی کی دہلیز پر، خواجہ غلام احمد پنڈت، صفحات 223-224

14) میرا بھائی، مادر ملت فاطمہ جناحؒ صفحہ 112

*****

لہرا کے رہو پرچم

حبیب جالب

یہ شعلہ نہ دب جائے یہ آگ نہ سو جائے
پھر سامنے منزل ہے ایسا نہ ہو کھو جائے
ہے وقت یہی یارو ہونا ہے جو ہو جائے
کشمیر کی وادی میں لہرا کے رہو پرچم
ہر جابر و ظالم کا کرتے ہی چلو سرخم
اس وادی پرخوں سے اٹھے گا دھواں کب تک
محکومیٔ گلشن پہ روئے گا سماں کب تک
محروم نوا ہو گی غنچوں کی زباں کب تک
ہر پھول ہے فریادی آنکھوں میں لئے شبنم
کشمیر کی وادی میں لہرا کے رہو پرچم
ہر جابر و ظالم کا کرتے ہی چلو سرخم
ویت نام و فلسطین ہو انگولہ کہ ہو کانگو
انساں کی آنکھوں سے گرتے ہوں جہاں آنسو
اے شام ستم ہو جا توڑیں گے ترا جادو

دیکھا نہیں جاتا اب مظلوم کا یہ عالم
کشمیر کی وادی میں لہرا کے رہو پرچم
ہر جابر و ظالم کا کرتے ہی چلو سرخم
اٹھے ہوئے نگاہوں میں تم سوز یقین لے کر
امریکہ کی بندوقیں ہو جائیں گی خاکستر
پروردۂ واشنگٹن جائیں گے کہاں بچ کر
ان جنگ پرستوں سے ہے سارا جہاں برہم
کشمیر کی وادی میں لہرا کے رہو پرچم
ہر جابر و ظالم کا کرتے ہی چلو سرخم

*****

کشمیر اور اقبالؒ

میر غلام احمد کشفی

علامہ اقبالؒ مفکرِ اعظم حکیم الامت و مفکرِ پاکستان اور ایک شعلہ نوا شاعر ہی نہیں تھے بلکہ وہ فطرتِ انسانی کی گہرائیوں کے غوّاص بھی تھے۔ ان کو اپنے کشمیری ہونے پر فخر تھا۔ ان کو کشمیر کے ذرّہ ذرّہ کے ساتھ والہانہ محبت تھی۔ وہ کشمیر جاتے اور وہاں کی ایک ایک چیز کے ساتھ گھنٹوں محوِ تکلم رہتے تھے۔ وہ کشمیر کی ایک ایک چیز سے پیار کرتے تھے۔ وہ کشمیر کی حُسن و رعنائی جتا جتا کر دنیا کو دعوتِ نظارّہ دیتے تھے۔ وہ ہر صاحبِ نظر کو کشمیر بلاتے تھے کہ وہ اپنی آنکھوں سے قدرت کے اِس شاہکار کو دیکھے۔ وہ کشمیر کے لوگوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ایک چیز اُن کی حساس طبعیت کو ہمیشہ پریشان رکھتی تھی کشمیری عوام کی غربت و افلاس۔ وہ پہروں سوچتے تھے کہ نوادرِ قدرت کے اِس عجائب خانہ میں یہ غیر مانوس چیز کیوں؟ حضرت علامہ اقبالؒ نے اِس کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اس ساری تباہی کا باعث غلامی ہے۔ اور غلامی کے باعث قوم کی خود فراموشی اور خود ناشناسی ہے۔ انہوں نے کشمیری عوام کے احساس خوداری کو جھنجھوڑا۔ نشتر چبو چبو کو جھنجھوڑا۔ ان کو صاف صاف کہہ دیا کہ تم لوگوں نے غلامی اور بندگی کو پیشہ بنایا ہے حالانکہ تمہارا اصل مقام حریّت اور خواجگی ہے۔ تم فقر و فاقہ کی زندگی پر قانع ہو گئے ہو۔ حالانکہ تمہارا مقام میدان جہاد ہے۔ تم شبیری صفات کے حامل ہو۔ تم سامراجیت کے داؤ پیچ میں آ کر اپنا اصل بھُلا بیٹھے ہو حالانکہ تم نے آزادی اور جمہوریت کی گود میں پرورش پائی ہے۔ جب حضرت علامہ اقبالؒ کو یقین ہو گیا کہ کشمیری اب بیدار ہو چکے ہیں ان کو اپنے مقام و مرتبہ کا احساس ہو چلا ہے تو انہوں نے پوری قوت کے ساتھ وہ نعرہ لگایا جو ہماری تحریک حرّیت کا سنگِ بنیاد بن

گیا۔حضرت علامہ اقبالؒ نے نئے سرے سے عہد نامہ امرتسر کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔آپ ہی نے دنیا کو یقین دلایا کہ بیع نامہ امرتسر کے ذریعہ تمام انسانی حقوق کو پامال کیا گیا ہے۔انسانیت کا یہ سودا متمدّن دنیا کے ماتھے پر ایک بدنما داغ ہے جس کو دھونے کے لئے ہر انسان کو کمر بستہ ہو جانا چاہیے۔اِس طرح حضرت علامہ اقبالؒ نے تحریک حریت کشمیر کی از سر نو بنیاد رکھی۔ برصغیر ہند میں آزادی کی تحریکوں کے ساتھ ساتھ حضرت علامہ کا یہ نظریہ بھی پھلتا چلا گیا۔ برصغیر میں رہنے والے لاکھوں کشمیریوں نے اپنے آپ کو آل انڈیا کشمیر مسلم کانفرنس کے جھنڈے تلے منظم کرنا شروع کر دیا۔حضرت علامہ اقبالؒ آل انڈیا کشمیر مسلم کانفرنس کی تحریک کے ہمیشہ معاون و مددگار رہے اور اس تحریک کے ذریعے جہاں برصغیر ہند میں رہنے والے لوگوں کو بھی کئی طرح امداد و معاونت شروع کی گئی۔ کشمیر کے ہونہار طالب علموں کو معقول وظیفے دے کر زیور تعلیم سے آراستہ کیا گیا جن میں شیخ محمد عبداللہ اور مرزا افضل بیگ جیسے لوگ بھی شامل تھے۔1931ء میں جو تحریک کشمیر میں شروع کی گئی اس کا مرکز بھی برصغیر ہند ہی تھا۔اس تحریک کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی بنیاد ڈالی گئی۔حضرت علامہ اقبال آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے داعیوں میں سے تھے۔آپ اس کمیٹی کے داعی بھی تھے اور مجلس منتظمہ کے سیکرٹری بھی اور بعد میں اس ساری تحریک کے صدر بھی رہے۔آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے تحریک آزادیٔ کشمیر کے سلسلے میں جو شاندار خدمات انجام دیں وہ محتاج بیاں نہیں اور اس تحریک میں حضرت علامہ اقبالؒ کا جو کردار رہا اس کا ہر شخص کو اعتراف ہے۔

حضرتِ علامہ اقبال کو عام طور پر لوگ مفکّرِ اعظم، شاعر مشرق اور خالقِ تصور پاکستان کی حیثیت سے جانتے ہیں۔لیکن یہ بہت کم لوگوں کو احساس ہے کہ آپ تحریک حریت کشمیر کے بانی بھی تھے اور آپ نے اس سلسلہ میں آخری عمر تک شاندار اور بے لوث خدمات انجام دیں۔کشمیر کی آزادی کا مسئلہ حضرت علامہ اقبالؒ کے دل پر ہر وقت چھایا رہتا تھا جس کا ثبوت آپ کے زندہ جاوید کلام کے علاوہ آپ کے سیاسی خطبات اور لیکچروں میں موجود ہے۔تحریک حریت کشمیر

کے کارکن عموماً آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورے کیا کرتے تھے۔ اور آپ ایسے موقوں پر اہم مصروفیات کو چھوڑ کر بھی مسئلہ کشمیر کو سلجھانے کے لئے ہمہ تن مصروف ہو جایا کرتے تھے۔

حضرت علامہ اقبالؒ کے تصورِ پاکستان نے عملی جامہ پہن لیا اور حالات شاہد ہیں کہ ان کی دوسری مہم وحدتِ عالمِ اسلام بھی رفتہ رفتہ عملی صورت اختیار کر رہی ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ تمام عالمِ اسلام ایک رشتہ وحدت میں منظم ہوگا۔ البتہ تحریکِ آزادی کشمیر جو حضرت علامہ اقبالؒ کی زندگی کا عزیز ترین اثاثہ تھا۔ ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔ وہ یہ کام فرزندانِ توحید کے سُپرد کر گئے ہیں۔ اور اس وقت تک جنت میں ان کی روح بے قرار رہے گی۔ جب تک کشمیر کا چپہ چپہ غلامی کے بندھنوں سے آزاد نہ ہو جائے۔ اور کشمیر حقیقی معنوں میں جنت نظیر نہ بن جائے جہاں تمام جسمانی آسائشوں کے ساتھ ساتھ لوگ ذہنی اور روحانی آزادی سے بھی بہرہ یاب ہوں۔

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتاں کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی، باقی بتانِ آذری

*****

مقبوضہ کشمیر: برصغیر کی تقسیم کا نامکمل ایجنڈا

ملیحہ سید

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی افواج کی جانب سے وحشیانہ کارروائیوں کا سلسلہ پوری شدت سے جاری ہے۔ بلکہ گزشتہ سال بھارتی مظالم میں ریکارڈ اضافہ دیکھنے میں آیا۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف نومبر دو ہزار اٹھارہ میں 48 کشمیریوں نے جام شہادت نوش کیا جبکہ زخمی اور لاپتہ ہونے والے افراد کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ دسمبر میں ان پُرتشدد کارروائیوں میں مزید شدت آ گئی، پاکستان نے ہر سطح پر کشمیریوں کے حقوق کے لئے آواز بلند کی۔ جس کا غصہ بھارت سرحدی حدود کی خلاف ورزی کر کے نکالتا رہا۔

2018ء میں جنگ بندی کی خلاف ورزیوں کی تعداد اور اس کے نتیجے میں ہونے والے جانی نقصانات گزشتہ 13 سالوں کی مجموعی تعداد سے بھی زائد ہیں۔ جنگی صورتحال سے نمٹنے کی بہترین صلاحیت کی حامل پاک فوج نے بھارتی فوج کی سیز فائر کی خلاف ورزیوں پر بروقت جوابی کارروائی کرتے ہوئے شہری آبادی پر بلا اشتعال فائرنگ کرنے والی بھارتی پوسٹوں کو نشانہ بنایا۔ عسکری حکام کے مطابق 2003ء سے 2016ء تک بھارتی فوج نے جنگ بندی معاہدے کی 2007ء مرتبہ خلاف ورزی کی۔ بھارتی فوج کی 2015ء میں جنگ بندی کے معاہدے کی خلاف ورزیوں کے دوران 39 شہری شہید اور 142 شہری زخمی ہوئے۔ 2016ء میں بھارتی فوج کی جنگ بندی کی خلاف ورزیوں کے دوران 46 شہری شہید اور 150 شہری زخمی ہوئے۔ 2017ء اور 2018ء میں بھارتی فوج کی جانب سے جنگ بندی معاہدے کی خلاف ورزیوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔

بھارتی فوج نے 2017ء میں جنگ بندی معاہدے کی 1881 بار خلاف ورزی کرتے ہوئے شہری آبادی پر بھاری ہتھیاروں سے بلا اشتعال فائرنگ کی جس کے نتیجے میں 52 شہری شہید اور 254 زخمی ہوئے۔ 2018ء میں بھارتی فوج کی جانب سے لائن آف کنٹرول اور ورکنگ باؤنڈری پر جنگ بندی کی 2933 مرتبہ خلاف ورزیاں کی گئیں جس کے نتیجے میں 55 شہری شہید اور 300 شہری زخمی ہوئے ہیں جن میں بچے اور خواتین بھی شامل ہیں۔ لائن آف کنٹرول اور ورکنگ باؤنڈری پر پاک فوج کے جوانوں نے ان تمام خلاف ورزیوں پر بھرپور جوابی کارروائی کرتے ہوئے بھارتی فوج کی پوسٹوں کو نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں بھارتی فوج کو بھرپور جانی اور مالی نقصان ہوا۔ پاک فوج کے مطابق پاکستان پرامن ملک ہے، ہم جنگ نہیں چاہتے مگر ہم پر جنگ مسلط کی گئی تو اس کا بھرپور جواب دینے کی صلاحیت اور اس کا حق رکھتے ہیں اور ضرورت پڑی تو اسے استعمال بھی کیا جائے گا۔

19 دسمبر 2018ء کو مقبوضہ کشمیر میں بھارت کی جانب سے گورنر راج کی مدت پوری ہونے کے بعد صدر راج نافذ کر دیا گیا۔ 1996ء کے بعد یہ پہلی مرتبہ ہے کہ مقبوضہ علاقے میں صدراتی راج عمل میں آیا۔ یاد رہے کہ گزشتہ سال جون میں مقبوضہ کشمیر کی نام نہاد اسمبلی میں پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی کی اتحادی جماعت بھارتیہ جنتا پارٹی نے حکمران اتحاد سے علیحدگی اختیار کی تھی جس کے بعد کٹھ پتلی وزیراعلیٰ محبوبہ مفتی کی حکومت اسمبلی میں اکثریت کھو بیٹھی تھی اور ان کی حکومت ختم ہو گئی تھی جس کے بعد مقبوضہ علاقے میں گورنر راج لگ گیا تھا جس کی مدت چھ ماہ تھی۔ گورنر راج کے دوران مقبوضہ کشمیر میں نام نہاد بلدیاتی انتخابات کا بھی انعقاد کیا گیا جس میں 73.95 فیصد کشمیریوں نے بائیکاٹ کر کے بھارت اور دنیا بھر کو واشگاف انداز میں اپنا فیصلہ سنایا کہ وہ صرف اور صرف اپنا پیدائشی حق، حق خود ارادیت چاہتے ہیں۔ میونسپل انتخابات کا ٹرن آوٹ 27.4 فیصد رہا، اتنا کم ٹرن آوٹ وادی میں 1951ء سے اب تک کم ترین ریکارڈ ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ضلع بارہ مولا میں ایک امیدوار صرف ایک ووٹ

لے کر کامیاب ہوا تھا۔

ان تمام حالات کے باوجود نہ معصوم کشمیریوں کے حوصلے پست ہو رہے ہیں اور نہ ہی ہندو برہمنی سامراج کے مظالم ۔ بلکہ دنیا بھر میں پانچ فروری جو''یوم یکجہتی کشمیر'' کے طور پر منایا جاتا ہے، میں بھی پہلے سے زیادہ شدت آ گئی ہے۔کشمیر ایشو کے بارے میں زیادہ بات ہونے لگی ہے،مگر عالمی خاموشی ہنوز قائم ہے۔ واضح رہے کہ پانچ فروری ''یوم یکجہتی کشمیر'' کے موقع پر پاکستان،آزاد کشمیر،مقبوضہ کشمیراور دنیا کے سبھی حصوں میں مقیم پاکستانی اس عزم کو دہراتے ہیں کہ وہ کشمیریوں کی سیاسی اوراخلاقی حمایت مسلسل جاری رکھیں گےاوراس مقصد کے حصول کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ یادرہے کہ پانچ فروری کا دن 1990ء میں پہلی بار''کشمیر ڈے'' کے طور پر منایا گیا۔اس موقع پر پاکستان اور کشمیر کے عوام ریلیاں ،جلوس، جلسے منعقد کر کے ایک دوسرے سے اپنی جذباتی وابستگی اور یکجہتی کا اظہار کرتے ہیں اوراس عہد کا اعادہ کیا جاتا ہے کہ اس دیرینہ مسئلے کواقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے گا اوراس ضمن میں حکومت پاکستان ،عوام اور معاشرے کے سبھی طبقات اپنا اخلاقی اورسفارتی فریضہ پوری دیانتداری سے نبھائیں گے۔

جہاں ظلم ہوتا ہے وہاں مزاحمت بھی ہوتی ہے، جوخون کے آخری قطرے تک جاری رہتی ہے۔لیکن یہ طویل اور صبر آزما جدو جہد کبھی سست پڑ جاتی ہےتو کبھی یوں لگتا ہے کہ ایک چنگاری پورے گلستان میں آگ لگادے گی۔کشمیریوں کی بھارت کے خلاف جاری جدو جہد میں کئی نشیب وفراز آئے ۔کبھی تو ان کی عاقبت نا اندیش قیادت نے بھارتی حکمرانوں کی منافقانہ سیکولرازم کے ساتھ سودے بازی کر لی،تو کبھی پاکستان کے بعض حکمرانوں اورسیاست دانوں کے نیم دلانہ اور بزدلانہ رویّے اور بیانات نے عین اس وقت دھوکہ دیا جب لب بام تک پہنچنے میں دو چار ہاتھ رہ گئے تھے۔اس امر میں دورائے نہیں کہ کشمیر برعظیم کی تقسیم کا نامکمل ایجنڈا ہے اور اس مسئلے کے منصفانہ حل تک اس خطے کے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ برِصغیر کی تقسیم کو ستر سال سے

زائد ہو چکے ہیں تاہم اتنے سالوں سے حل طلب مسئلہ کشمیر کی وجہ سے جہاں پاکستان اور بھارت کے درمیان پائیدار امن کے قیام کو سنگین خطرات لاحق ہیں وہیں لائن آف کنٹرول کے دونوں جانب بسنے والے کشمیری عوام کے مصائب و مشکلات میں بھی ہر گزرتے دن کے ساتھ اضافہ ہو رہا ہے۔

خصوصاً مقبوضہ کشمیر میں جس بدترین طریقے سے کشمیری عوام کے بنیادی حقوق پامال ہو رہے ہیں، اس پر پوری دنیا میں پھیلی ہوئی کشمیری قوم سراپا احتجاج ہے۔ تاہم نہ تو عالمی طاقتوں کے کان پر جُوں رینگتی ہے اور نہ ہی بھارتی حکومت کی ہٹ دھرمی میں فرق آتا ہے۔ اقوام متحدہ کا کردار سب پر واضح ہے کہ اگر کسی اسلامی ریاست سے وابستہ کسی غیر مسلم صوبے یا ریاست کو کوئی شکایت ہوتی ہے تو اس حوالے سے وہ ہر ممکن قدم اٹھاتی ہے کہ ان کو اپنی ایک آزادانہ شناخت مل جائے تاہم اگر بات کشمیر یا فلسطین کی یا پھر میانمار کی ہو گی تو تمام عالمی طاقتیں خاموش تماشائی ہیں۔ عدمِ تشدد کا سبق دینے والے بھارتی سیاست دان اور افواج ظالم درندوں کے سوا کچھ نہیں۔

بھارت میں حقوق اور خواتین کے احترام کی بات کرنے والے کشمیری خواتین کے دکھ اور ان پر ڈھائے جانے والے مظالم پر خاموش بیٹھے ہیں اور ان کو کھلی چھٹی ہے کہ جو کرنا ہے کرلو، ہم کچھ نہیں بولیں گے۔ دنیا بھر میں انسانی، بنیادی حقوق پر اور اسلامی معاشروں میں پائی جانے والی بیماریوں پر فلمیں بنانے والوں کو بھی کشمیر کے حقیقی مظالم نظر نہیں آتے کیونکہ ان پر ظلم کرنے والا کوئی مولوی یا مسلمان نہیں ہے بلکہ ہندو ہے جس کا کشمیر میں گھناؤنا کردار پوری بے ایمانی سے نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ افسوس ہوتا ہے ان لوگوں کی مجرمانہ خاموشی پر، ثناخوانِ تقدیس آدم، کشمیر پر خاموش ہیں۔ جب تک بھارت پر بین الاقوامی سطح پر معاشی پابندیوں کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا وہ خطے میں ایسی ہی ہٹ دھرمی دکھاتا رہے گا۔

بھارتی ظلم اور سفاکیت کے خلاف کشمیری عوام کی مزاحمت جاری ہے جبکہ اس دوران کبھی کشمیری حریت پسندوں کو تختہ دار پر چڑھایا گیا اور کبھی پوری وادی ان کی قربانیوں کے خون سے

لالہ زار بن گئی اور کبھی ان کو قید و بند اور جلاوطنی سے دو چار ہونا پڑا۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا کہ جہاں تک کشمیر کے حوالے سے عالمی طاقتوں کا تعلق ہے تو ان کی اولین ترجیح ہمیشہ سے بھارتی حکمران رہے ہیں۔ کشمیری عوام کبھی بھی کسی بھی، طاقت کے مفاد کے چوکھٹے میں فٹ نہیں بیٹھے۔ چنانچہ انہیں کسی بھی عالمی بلاک کی جانب سے حمایت حاصل نہیں ہو سکی اور نہ ہی کبھی ہونے کا امکان ہے۔ ان تمام نشیب و فراز کے باوجود ہر بار کشمیری عوام پہلے سے بھی زیادہ جوش اور جذبہ حریت سے سرشار ہو کر اُبھرتے ہیں کیونکہ ان کا مسئلہ حقیقی اور صحیح ہے۔ ان کو اپنی آزادی کے حصول کے لئے ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد سے دو چار ہونا پڑا۔ تاریخ کا یہ سبق ہے کہ مسلسل مزاحمت بار آور ثابت ہوتی ہے اور حریت پسند آزادی کی صبح طلوع ہوتے ضرور دیکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ اگر افغانستان سے روس اور امریکہ، اور ویت نام سے امریکہ کو نکلنا پڑا تو کشمیر سے بھارت بھی نکلے گا اور اس کا بھی روس والا حال ہو گا۔ پاکستان کی اب تک آنے والی سیاسی اور فوجی قیادت کا کشمیر کے حوالے سے مؤقف واضح رہا ہے۔ مگر کشمیریوں کو صرف خالی پاکستان ہی نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کے سیاسی اور اخلاقی تعاون کی ضرورت ہے۔

دوسری جانب پوری دنیا پر بھارتی مورکھوں کے تمام منافقانہ رویے بھی کھل کر سامنے آ چکے ہیں، جنہیں مسلسل نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ بھارت کی تمام حکومتیں بغل میں چھری اور منہ میں رام رام کی عملی تصویر ہیں۔ کشمیری عوام بھی بھارت کے دوغلے رویئے کو پرکھ چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے اندر آزادی حاصل کرنے کا جذبہ زور پکڑتا جا رہا ہے اور اب دنیا کی کوئی بھی طاقت ان کی آزادی کے سفر کو روک نہیں سکتی اور وہ دن بھی دور نہیں جب بھارت کی بالادستی کا جنازہ کشمیری عوام کے ہاتھوں سے ہی نکلے گا۔ وہ دن کہ جس کا وعدہ کیا جا چکا ہے وہ دن ہم بھی دیکھیں گے کیونکہ وہ دن لوحِ محفوظ پر رقم ہے اور وہ دن ہے کشمیر کی آزادی کا دن۔

*****

کشمیر، کل اور آج

جبار مرزا

کشمیریوں کو اپنی آزادی کی جنگ لڑتے سڑسٹھ برس گزر گئے ہیں۔ تین نسلیں اس جنگ کا ایندھن بن چکی ہیں۔ کشمیر جنت نظیر کے در و دیوار کو بارود کی بُو نے گھیر رکھا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے، کیسی تہذیب ہے کہ کشمیریوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے والے دندناتے پھرتے ہیں اور مظلوموں کی داد فریاد سننے والا کوئی نہیں۔ سلامتی کونسل کے بڑوں اور دنیا کے منصفوں نے بہت پہلے کشمیر کے بسنے والوں کا حق خود ارادیت تسلیم کر لیا تھا۔ بھارت کے صاحب اختیار وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے اس فیصلے کے حق میں اپنی رائے کا اعلان کیا تھا۔ لیکن پنڈت نہرو کی آنکھیں بند ہونے سے آج تک اس کے قول و فعل کے پاسداروں سے لے کر موجودہ بھارتی حکمرانوں تک سب نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ بیٹیوں کے سروں سے ردائیں کھینچی گئیں۔ شیر خوار گولہ بارود کی گھن گرج میں پروان چڑھ رہے ہیں۔ زندگی کی اس قدر تذلیل، انسان اتنا بے توقیر، حسین و جمیل وادیوں کی اس طرح پامالی کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی، پہاڑوں کے حسن کو دیمک لگ گئی ہے۔ جھیل ڈل اور وولر کے کنارے لہولہو ہیں۔ باغوں اور سبزہ زاروں میں پھولوں کی جگہ ببول سر اٹھا رہے ہیں۔ اس وادی کے نہتے اور بے یار و مددگار عوام عالمی ضمیر کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ شاید اقوام متحدہ میں پڑی وہ بوسیدہ قراردادیں معجزاتی طور سے پذیرائی پا جائیں۔ 85806 مربع میل پر پھیلی ہوئی ریاست جموں و کشمیر کے طول و عرض میں مختلف نسلی قبائل اور متعدد چھوٹی چھوٹی قومیتوں پر مشتمل افراد کشمیری قوم کہلاتے ہیں۔ رقبے کے لحاظ سے مقبوضہ کشمیر دنیا کے 110 آزاد ممالک سے بڑی مملکت ہے جس پر بھارت کے غاصبانہ قبضے کو 67 برس بیت گئے۔

مسئلہ کشمیر کا حل اقوام متحدہ میں استصواب رائے کی قراردادوں میں پوشیدہ ہے۔ بھارت کو کشمیریوں پر اپنی مرضی ٹھونسنے کا قطعاً حق نہیں اور نہ ہی سات لاکھ فوج ان کے سر پر بٹھانے کی اسے اجازت ہے۔

چوہدری محمد علی کی کتاب ''ظہور پاکستان'' کے صفحہ 279 کے مطابق 11 جولائی 1947ء کو کشمیر کے مسلمانوں کے ساتھ ایک انٹرویو کے بعد قائداعظم نے ایک پریس بیان جاری کیا تھا۔ جس میں انہوں نے کہا تھا کہ کشمیر کے متعلق مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ آیا کشمیری مسلمان پاکستان کے ساتھ الحاق کر رہے ہیں؟ میں اس بات کی پہلے ہی ایک سے زائد بار وضاحت کر چکا ہوں کہ ریاستیں اس معاملے میں آزاد ہیں کہ وہ پاکستان سے الحاق کریں یا بھارت کے ساتھ ہیں۔ سیسر گپتا نے کشمیر گپتا میں 21 اپریل 1947ء کو لیاقت علی خان کے ایک بیان کے حوالے سے لکھا ہے کہ کابینہ مشن پلان کے مطابق جب برطانوی ہند کے مستقبل کا فیصلہ کیا جا چکا ہے تو ہندوستانی ریاستوں کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ پاکستان یا بھارت کے ساتھ بات چیت کے ذریعے معاملات طے کریں۔ لیکن کشمیر کی تاریخ کو دھیرے دھیرے مسخ کیا جا رہا ہے۔ کشمیری بحیثیت قوم ایک درخشاں تاریخ کے مالک ہیں مگر فطرت کے قانون عروج و زوال کے تحت ایک عرصے سے محکومی کا شکار چلے آ رہے ہیں۔ دنیا کے مفکرین اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ہو تو اس سے اس کی تاریخ چھین لو۔ کشمیریوں کی تباہی اور غلامی کے لئے بھی سامراج نے یہی سوچا ہے کہ تاریخ کشمیر مسخ کر کے کشمیریوں کو ہمیشہ کے لئے غلام بنا لیا جائے۔ 1947ء سے ہی تاریخ کشمیر کو مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔ کشمیر کے اس حصے میں جہاں بھارت کا قبضہ ہے وہاں کشمیری بچوں کو نصابی کتب میں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ مہاراجہ کشمیر نے ریاست کا الحاق بھارت سے کر دیا تھا اس لئے یہ اب بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ جب تک کشمیر کی نئی نسل کے سامنے ایک واضح صاف اور صریح نصب العین نہ ہو، وہ نہ تو منظم ہو سکتے ہیں اور نہ ہی بے دریغ قربانی کے لئے تیار، قومیں اس وقت جدوجہد پر آمادہ ہوتی ہیں جب ان کے سامنے اپنی ایک

درخشاں تاریخ ہو، ورنہ وہ غلامی کو ہی آزادی سمجھ کر قناعت اختیار کر لیتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ غلامی اور آزادی کا دور قوموں پر آتا رہتا ہے۔ ہمیشہ کے لئے کسی بھی قوم کو غلام نہیں رکھا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اب کشمیریوں کا سفر عروج کی طرف جاری ہے۔ ان کے قدم آزادی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہوس اقتدار اور توسیع پسندانہ نظریہ پاش پاش ہو رہا ہے جس طرح لینن کے ماننے والوں نے ہی اس کا منہ کالا کر دیا تھا اس کا حلیف بھارت بھی اب زیادہ دیر محکوم اور نہتے کشمیریوں پر اپنا تسلط قائم نہیں رکھ سکے گا۔ اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھنے والا بھارت تاریخی طور سے کشمیریوں سے جنگ ہار چکا ہے۔

27 اکتوبر 1947ء کو بھارت نے ہوائی جہاز کے ذریعے پہلے اپنی افواج کشمیر میں اتاریں پھر یکم جنوری 1948 کو بھارت نے مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کے سامنے پیش کیا۔ اس طرح اس مسئلے کو ایک بین الاقوامی تنازعے کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اقوام متحدہ نے یہ مسئلہ حل کرنے کے لئے ایک بین الاقوامی کمیشن تشکیل دیا۔ وہ کمیشن جو عرف عام میں کشمیر کمیشن کہلاتا ہے۔ ایڈمرل نمٹز (Admiral Chester W.Nimitz) کی سربراہی میں برصغیر آیا تھا۔ جہاں انہوں نے فریقین سے طویل مذاکرات کے بعد انہیں ایک بین الاقوامی معاہدہ کرنے پر رضامند کر لیا تھا۔ اس معاہدے کی رو سے طے پایا تھا کہ کشمیر کا مسئلہ استصواب رائے سے حل کیا جائے گا۔ یہ استصواب رائے ایک غیر جانبدار مبصر کی نگرانی میں انجام پائے گا۔

15 جنوری 1948ء کو سلامتی کونسل میں مسئلہ کشمیر پر بحث کا آغاز ہوا تو پاکستانی وفد میں نمائندے کے طور پر سر ظفر اللہ خان اور متبادل نمائندہ ابوالحسن اصفہانی تھے جبکہ مسٹر وسیم ایڈووکیٹ جنرل پاکستان بطور مشیر وفد میں شامل تھے۔ جناب افتخار حسین بطور ڈپٹی سیکرٹری وزارت خارجہ اور کرنل (ر) مجید ملک رکن کی حیثیت سے وفد کے ہمراہ تھے (یہ وہی کرنل مجید ملک ہیں جو وزارت اطلاعات میں پی آئی او تھے۔) سر ظفر اللہ خان نے اپنی سوانح عمری ''تحدیث نعمت'' میں سلامتی کونسل میں ہونے والی کارروائی کے حوالے سے لکھا ہے کہ بھارتی وفد

کے سربراہ گوپالاسوامی آیانگر (Gopalaswami Ayyangar) تھے۔ جونہرو یونیورسٹی دہلی کے سابق وائس چانسلر اور کشمیر کے سابق وزیر اعظم تھے۔ ان دنوں وہ بھارت کی مرکزی کابینہ میں وزیر تھے۔ ان کے معاون کار سرگرجا شنکر واجپائی اور مسٹر ایم ایل سیتلواڈ تھے۔ سلامتی کونسل کے ارکان میں ارجنٹائن' بیلجیئم' کینیڈا' کولمبیا' فرانس' شام' روس' برطانیہ' امریکہ اور یوگوسلاویہ تھے۔

بھارت کی طرف سے سرگوپالاسوامی آیانگر نے 15 جنوری کی سہ پہر کے اجلاس میں تقریر کی' جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مہاراجہ کشمیر نے ریاست جموں وکشمیر کا الحاق بھارت کے ساتھ برضاورغبت اور خوش اسلوبی سے کیا ہے جبکہ اس کے خلاف پاکستان کے اشتعال اور مدد کے ساتھ قبائلیوں نے ریاست پر حملہ کر کے بہت فساد' خون خرابہ اور لوٹ مار کی ہے۔ ان قبائلیوں کی روک تھام کے لئے بھارت کو اپنی فوج بھیجنا پڑی۔ ایسی صورت حال جنگ کا رنگ اختیار کر گئی ہے۔ پاکستان قبائلیوں کی ہر طرح سے مدد کر رہا ہے۔ بہت سے پاکستانی فوجی افسر بھی قبائلیوں کے ساتھ ہیں۔ پاکستان کا یہ رویہ بین الاقوامی قانون کے خلاف ہے۔ پاکستان کو اس سے روکنا لازم ہے۔ پاکستان قبائلیوں کی مدد بند کرے اور انہیں واپس جانے پر آمادہ کرے۔ بھارتی نمائندے کی تقریر کے بعد سلامتی کونسل کا اجلاس دو دن کے لئے ملتوی کر دیا گیا تھا۔

سرظفر اللہ خان نے لکھا کہ ''دوسرے اجلاس میں' میں نے تقریر کی کہ بھارت کے نمائندے نے اپنی تقریر میں جان بوجھ کر مسئلے کی پیچیدگیوں کو پس پشت رہنے دیا ہے اور سارا زور پاکستان کے خلاف الزام تراشی پر دیا ہے۔ ہماری طرف سے اس اہم اور پیچیدہ قضیے کے پس پردہ حقائق کو ظاہر کرنا اور بھارت کو جارح کے طور پر مجرم کی حیثیت میں رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے لازماً بہت سے امور کی وضاحت ناگزیر ہے۔ جن کا بیان بھارت کی طرف سے اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ ان کے خلاف جاتے ہیں۔ ان سب واقعات کا مختصر بیان بھی وقت چاہتا تھا جبکہ سلامتی کونسل کے ایک اجلاس میں تقریر کے لئے صرف سوا دو گھنٹے دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے

میں نے اپنی جوابی تقریر تین اجلاسوں میں مکمل کی۔‘‘ آگے چل کر لکھتے ہیں۔ ’’چند سال بعد کولمبیا کے نمائندے نے ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ کشمیر کے مسئلے پر بھارتی نمائندے کی پہلی تقریر سننے کے بعد سلامتی کونسل کے اراکین کی اکثریت کا یہ تاثر تھا کہ پاکستان نے آزادی حاصل کرتے ہی فساد کا راستہ اختیار کرلیا ہے اور دنیا کے امن کے لئے ایک خطرے کی صورت پیدا کر دی ہے۔لیکن جب جواب میں تمہاری طرف سے اصل حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا تو ہم سب سمجھ گئے کہ بھارت مکاری اور عیاری سے کام لے رہا ہے اور کشمیر کی رعایا پر ظلم ہو رہا ہے اور ہمارا یہ تاثر بعد میں بھی کبھی زائل نہیں ہوا۔‘‘

سرظفراللہ خان نے (جیسے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے) تین اجلاس میں اپنے دلائل مکمل کئے تھے۔مگر فوری طور پر انہوں نے کہا: ’’ہم بھارت کے دعوے کی تردید کرتے ہیں۔ بھارت نے عیارانہ منصوبے کے تحت ریاست پر طاقت کا استعمال کیا ہے اور غاصبانہ قبضہ بھی کر رکھا ہے۔مزید یہ کہ ہم یہ بھی واضح کر دیں کہ آزاد علاقے کے پٹھانوں کی حدود ریاست کشمیر کی حدود سے ملی ہوئی ہیں۔ان لوگوں کے باہمی خونی رشتے ہیں۔ پاکستان ان سیکڑوں میل پر پھیلی ہوئی لمبی سرحدوں کی ذمہ داری کیسے لے سکتا ہے؟ علاوہ ازیں ابھی ہم اپنی افواج کو پھر سے منظم کر رہے ہیں۔ ہمارے حصے کا گولہ بارود، ملٹری سٹور، روپیہ اور دیگر لاجسٹک کا اثاثہ ابھی تک بھارت کے پاس پڑا ہے۔ جسے بھارت نے ناجائز قبضے اور ایک منصوبے کے تحت روک رکھا ہے۔ہمیں نقل مکانی کے مسائل درپیش ہیں۔ ویسے بھی پاکستانی کسی بھی آزاد قوم کے علاقے میں دخل اندازی نہیں کرنا چاہتا۔ خصوصاً جبکہ علاقے کی سرحدیں ناقابل گزر پہاڑوں پر قائم ہوں۔ہم بھارت سے پوچھتے ہیں کہ کس بین الاقوامی قانون کی بنا پر کسی آزاد قوم کو دوسری حکومت احکامات جاری کر سکتی ہے۔لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ بھارت طاقت کے استعمال سے گریز کرے اور کشمیریوں کے مسئلے کا حل سیاسی طور سے تلاش کرے ایسا عوام کی آزادانہ رائے شماری سے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ البتہ آزادانہ اور منصفانہ رائے شماری کے لئے چند بنیادی اصولوں پر دونوں حکومتوں کو عمل پیرا ہونا پڑے گا۔

نمبر 1: بھارت کی فوج فوراً کشمیر کی ریاست سے نکل جائے۔(2) یو این او کے ادارے کے تحت ایسا انتظامی ادارہ قائم کیا جائے جو غیر جانبدار ہو بالفاظ دیگر جو ان تاثرات سے خالی ہو کہ کشمیر کی حکومت نے پاکستان سے یا بھارت سے الحاق کیا ہے۔(3) اگر مذکورہ بالا شرائط پر عمل پیرا ہونے کا یقینی طور پر ماحول پیدا کرنا بھارت تسلیم کر لے تو پاکستان قبائلیوں کو کشمیر سے چلے جانے کی ترغیب دے گا اور آزاد کشمیر کے لوگوں کو بھی جنگ و جدل سے گریز کا مشورہ دے گا اور انہیں جنگ کے بجائے آزادانہ عوام کی رائے شماری کے لئے بھی کہے گا۔ وہ اپنی ذاتی فلاح و بہبود کے لئے پاکستان یا بھارت یعنی جسے وہ پسند کرے الحاق کا فیصلہ عوام کی رائے سے کرے۔''

جنرل محمد اکبر خان نے اپنی خودنوشت سوانح عمری ''میری آخری منزل'' میں اس حوالے سے بہت طویل گفتگو کی ہے۔ بہرطور سلامتی کونسل کے 229ویں اجلاس میں 20 جنوری 1948 کو کشمیر کا مسئلہ حل کرنے کے لئے کشمیر کمیشن کے قیام کی قرارداد منظور کی گئی وہ قرارداد بیلجیئم نے پیش کی تھی اس کمیشن کا نام یونائیٹڈ نیشن کمیشن آن انڈیا اینڈ پاکستان (یو این سی آئی پی)

United Nations Commission on India and Pakistan (UNCIP)

لیکن عرف عام میں وہ کشمیر کمیشن کے نام سے ہی مشہور ہوا۔ کمیشن کے ارکان کی تعداد پانچ تھی۔ پاکستان کرونیکل کے مصنف جناب عقیل عباس جعفری کے مطابق' طے پایا تھا کہ کمیشن میں دو ارکان سلامتی کونسل نامزد کرے اور وہ دونوں ایک تیسرا رکن نامزد کریں جبکہ پاکستان اور بھارت ایک ایک رکن نامزد کریں۔ سلامتی کونسل نے بیلجیئم اور کولمبیا کو نامزد کیا تھا پھر ان دونوں نے امریکہ کی نامزدگی کی تھی جبکہ پاکستان نے ارجنٹائن کو اور بھارت نے چیکوسلواکیہ کو نامزد کیا تھا۔

چیکوسلواکیہ کے نمائندے ڈاکٹر جوزف کوربیل نے کمیشن سے علیحدگی کے بعد کمیشن کی سرگرمیوں کی روداد پر مشتمل کتاب Danger in Kashmir لکھی تھی۔ جس میں اس دور کی تاریخ محفوظ ہے۔ ڈاکٹر جوزف کوربیل کی وجہ سے شروع شروع میں کمیشن نے بہت سرگرمی دکھائی لیکن جب 1949ء کے آغاز پر ہی کوربیل کمیشن سے علیحدہ ہو گئے تو پھر کمیشن میں وہ دم خم نہ رہا اور

بہت جلد تھک ہار سا گیا۔

بہرطور 23 نومبر 1948ء کو اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن نے اپنی رپورٹ کا پہلا حصہ شائع کر دیا تھا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان مصالحت کی کوششیں ناکام ہو گئی ہیں۔ پھر 3 جنوری 1949ء کو اقوام متحدہ کے مذکورہ کشمیر کمیشن نے کشمیر میں آزادانہ اور منصفانہ رائے شماری کروانے کی شرائط کا اعلان کیا۔ اس سے پہلے 18 نومبر 1947ء کو اس وقت کے وزیر اعظم پاکستان نوابزادہ لیاقت علی خان نے بھی کہا تھا کہ پاکستان کی خواہش ہے کہ کشمیر میں استصواب رائے کا مرحلہ اقوام متحدہ کی نگرانی میں طے پائے۔ گویا پاکستان اور اقوام متحدہ کے دیگر ممبر ممالک اس بات پر متفق تھے یا یوں کہنا چاہئے کہ لیاقت علی خان کی سیاسی بصیرت کے عین مطابق اقوام متحدہ کے کشمیر کمیشن نے استصواب رائے کو ہی مسئلے کا حل قرار دیا۔ یوں پھر 5 جنوری 1949ء کو (UNCIP) کی قرارداد منظور ہوئی جو کشمیر کمیشن کی 13 اگست 1948ء والی قرارداد جس میں پاکستان اور بھارت کو فائر بندی کا کہا گیا تھا' کا تکملہ (Supplement) تھی۔ اس قرارداد کی تفصیل، جی ایم میر نے اپنی کتاب ''کشمیر شناسی'' کی جلد اول میں دی ہے۔ اُن میں سے چند ایک شقیں درج ذیل ہیں۔

1) ریاست جموں و کشمیر کے پاکستان یا بھارت کے ساتھ الحاق کو آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے شماری کے جمہوری طریقے سے طے کر لیا جائے۔

2) رائے شماری اس وقت عمل میں آئے گی جب کمیشن کو یہ اطمینان ہو جائے گا کہ کمیشن کی 13 اگست والی قرارداد کی روشنی میں جنگ بندی اور عارضی صلح پر عمل درآمد ہو گیا ہے اور رائے شماری کے انتظامات مکمل ہو گئے ہیں۔

اس شق کو وسیع النظری سے دیکھا جائے تو بھارت نہ صرف یہ کہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں کشمیریوں کے حق خودارادیت کو تسلیم کرنے سے حیلے بہانوں اور مکاری سے کام لے رہا ہے بلکہ وادی جموں و کشمیر میں عوامی ریفرنڈم کا سازگار ماحول تک نہیں بننے دے رہا۔ وہ کبھی

اگر تلہ سازش کرتا نظر آتا ہے تو کبھی رن آف کچھ کا بخیہ ادھیڑ دیتا ہے۔ کبھی ستمبر 1965ء کی جارحیت کر گزرتا ہے اور کبھی 1971ء میں برصغیر کا امن تہہ و بالا کرتا دکھائی دیتا ہے اور کبھی سیاچن گلیشیئر پر دنیا کا بلند ترین اور مشکل محاذ کھول لیتا ہے۔ اسے نہ تو اقوام متحدہ کی قراردادوں کا پاس ہے اور نہ شملہ معاہدے کا اور نہ ہی معاہدہ تاشقند اسے یاد ہے۔ 23 جون 1990ء کو معرکہ کارگل میں تو امریکہ نے بھی یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ مسئلہ کشمیر کے حل میں مدد کرے گا لیکن بات پھر وہی ہے کہ رات گئی بات گئی۔

24 مارچ 1949ء کو اس وقت کے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل مسٹر ٹرگوے لی (Trygve Lie) نے امیر البحر ایڈمرل نمٹز کو پاکستان اور بھارت کی رضامندی سے کشمیر میں استصواب رائے کرنے کی ذمہ داری سونپتے ہوئے ناظم رائے شماری مقرر کیا تھا۔ ایڈمرل نمٹز کا تعلق امریکہ سے تھا۔ وہ دوسری عالمی جنگ میں بحر الکاحل میں اتحادی بیڑے کے کمانڈر انچیف رہے تھے۔ مسٹر نمٹز آج دنیا میں نہیں رہے۔ مگر مسئلہ کشمیر جوں کا توں ہے۔ اس عرصے میں کبھی کشمیری مجاہدین نے بھارتی جہاز اغوا کر کے دنیا کو مسئلے کے حل کی طرف متوجہ کیا تو کبھی تقریروں، تحریروں، مباحثوں اور مزمتی قراردادوں سے بھی بھارت اور عالمی ضمیر کو جھنجوڑا گیا۔ احتجاجی جلسے اور جلوس بھی بھارتی قیادت کو دکھائی نہیں دیتے۔ بھارت میں عام انسان کی زندگی الگ عذاب میں ہے۔ خالصتان تحریک تمام تر حربوں کے باوجود سلگ رہی ہے۔

بھارت نے کشمیریوں پر آج تک جو ستم توڑے وہ کہانی الگ اپنی المنا کی لئے ہوئے ہے۔ مگر دنیا کے سامنے اس نے جو وعدے کئے ان کا بھی اسے ذرا برابر احساس نہیں۔ 29 مئی 1952ء کو اقوام متحدہ کے ایک سرکاری اعلامیے میں کہا گیا تھا کہ پاکستان اور بھارت کے نمائندے اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے مصالحتی کوششیں جاری رکھی جائیں گی۔ ان دنوں انخلاء کے مسئلے پر مذاکرات کے لئے پاکستان کی طرف سے احمد شاہ بخاری المعروف پطرس بخاری اور بھارت سے راجیشوا دیال نے اپنے اپنے ملکوں کی نمائندگی کی تھی۔

پطرس بخاری کی معاونت محمد ایوب اور کرنل اقبال خان نے کی تھی۔ جبکہ بھارتی نمائندے کے مشیر ڈاکٹر بی ارجن اور پی کے مکر جی تھے۔

18 جنوری 1957ء کو اس وقت کے پاکستانی وزیر خارجہ فیروز خان نون نے سلامتی کونسل کے اجلاس میں جس کی صدارت فلپائن کے کارلوس ریمولو (Carlos Rimolo) کر رہے تھے۔ اپنی تاریخی تقریر (جو تین گھنٹے جاری رہی تھی) میں پُرزور مطالبہ کیا تھا کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارت کو اس کے آئین کے نفاذ کی کوششوں سے باز رکھا جائے اس اجلاس میں بھارتی وفد کی قیادت کرشنا مینن نے کی تھی۔

25 جنوری 1957ء کے اسی اجلاس میں سلامتی کونسل نے چار کے مقابلے میں دس ووٹوں سے فیصلہ دیا تھا کہ مقبوضہ کشمیر کا بھارت سے الحاق نہیں ہوسکتا۔ روس کے نمائندے نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا تھا۔ سلامتی کونسل میں وہ قرارداد امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا، کولمبیا اور کیوبا نے پیش کی تھی۔ بھارت نے حسب توقع سلامتی کونسل کا وہ فیصلہ ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ کشمیریوں کے ساتھ روس کے رویے کے حوالے سے مقبوضہ کشمیر کے شیخ عبداللہ نے اپنی سوانح عمری ''آتش چنار'' میں بڑے فخریہ انداز میں لکھا ہے کہ دسمبر 1955ء میں جواہر لعل نہرو کی دعوت پر روس کی کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ نکیتا خروشیف (Nikita Khrushchev) اور روس کے وزیر اعظم نکولائی بلگانین (Nikolai Bulganin) بھارت اور کشمیر کے دورے پر آئے تو سرینگر میں ہم نے ان کی اتنی خدمت کی اس قدر تحفے دیئے کہ ہم تابعداروں کی خدمت گزاری اس وقت رنگ لے آئی جب نکیتا خروشیف نے روسی زبان میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا بلکہ دوٹوک اعلان کیا کہ روس کشمیر کو بھارت کا اٹوٹ انگ سمجھتا ہے اور روس ان کا اتنا نزدیکی پڑوسی ہے کہ اگر کبھی انہیں روس کی ضرورت محسوس ہوتو وہ پہاڑ پر چڑھ کر سیٹی بجائیں ہم فوراً حاضر ہو جائیں گے۔ شیخ عبداللہ کشمیر میں شخصی اور مذہبی آزادی کی قلعی اپنی سوانح عمری کے صفحہ 550 پر یہ کہہ کر کھولتے ہیں کہ اسلام میں گائے کا ذبیحہ جائز ہے۔ لیکن میں اپنے چند انتہا پسند

دوستوں کی مخالفت کے باوجود 1931ء میں سکھا شاہی کے دور میں گائے کے ذبح کرنے پر کشمیر میں جو پابندی لگی تھی ہندو بھائیوں سے خیر سگالی کے جذبے کے تحت برقرار رکھے ہوئے ہوں اور بھارت سے کبھی اس پابندی کے خاتمے کا اصرار بھی نہیں کیا۔

میر غلام احمد کشفی نے اپنی کتاب ''کشمیر ایک ثقافتی تعارف'' میں لکھا ہے کہ کشمیر میں گائے ذبح کرنا قتل کے برابر قانونی جرم ہے۔ گئوکُشی پر دس سال قید بامشقت کی سزا ہے بلکہ سارے کنبے پر ظلم کیا جاتا ہے اور یہ قانون ڈوگرہ دور سے نافذ ہے۔ کشمیریوں کے ساتھ جو ظلم وستم سکھوں کے عہد یعنی ڈوگرہ سامراج کے زمانہ میں ہوتا تھا وہ آج بھی جاری ہے۔ ولیم مورکرافٹ (Willam Moorcraft) انیسویں صدی کے حوالے سے 1824ء میں کشمیر کی سیاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ کشمیریوں کے ساتھ جانوروں جیسا' بلکہ اس سے بھی بدتر' سلوک ہوتا ہے۔ سکھ دور کی بات ہے کہ اگر کسی سکھ کے ہاتھوں کوئی مقامی قتل ہوجاتا تو قاتل پر 16 سے لے کر 20 روپے تک جرمانہ کیا جاتا تھا۔ وہ رقم سرکاری خزانے میں جمع ہوا کرتی تھی۔ قتل ہونے والے کے لواحقین کو اگر کوئی غیر مسلم ہوتا تو چار روپے اور اگر مقتول مسلمان ہوتا تو پھر مرنے والے کے گھر والوں کو دو روپے ملا کرتے تھے۔

1947ء میں کشمیر میں 77 فیصد مسلمان تھے مگر 2011ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی تعداد کم ہو کر 67 فیصد رہ گئی ہے۔ ہندو 29.07 فیصد' سکھ 2.08 فیصد' بدھ مت 1.07 فیصد جبکہ دیگر قومیں 0.77 فیصد ہیں۔

مسلمانوں کی تعداد بتدریج کم کی جا رہی ہے۔ ایک منصوبے کے تحت بھارت کے فٹ پاتھوں پر پڑے شودر' پاوندے اور دیگر کم ذات ہندو بھارت کشمیر کے لداخ ڈویژن میں لا کر آباد کر رہا ہے۔ جب کبھی کشمیر میں مسلمانوں کی آبادی پچاس فیصد سے کم ہوجائے گی تو بھارت استصواب رائے کے لئے تیار ہوجائے گا۔ مذہب کی بنیاد پر اگر الحاق کی بات ہوئی تو کشمیر تب تک مسلم اقلیتی سرزمین بن چکی ہوگی۔ بھارت نے کشمیر ویلی اور جموں میں بعض حساس نوعیت کے

ادارے بالخصوص ایٹمی پروگرام سے متعلق ایک ایسے متنازعہ علاقے میں جہاں ہیوی واٹر کے ادارے کام کر رہے ہوں اس خطے کو چھوڑنے یا مسلمانوں کے حوالے کرنے کا بھارت تصور بھی نہیں کر سکتا۔ سری نگر میں ہیوی واٹر کے ادارے کے علاوہ ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف فنڈامنٹل ریسرچ بھی قائم ہے اسی طرح جموں میں ڈوڈہ کے علاقے میں اور ایک ویلی کے علاقے گلمرگ میں ہائی آلٹی چیوڈ ریسرچ لیبارٹری (High Altitude Research Laboratory) بھی ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں ویلی اور جموں کے تین انتظامی ڈویژن ہیں۔ (1) کشمیر ویلی (2) جموں ڈویژن (3) لداخ ڈویژن۔ کشمیر ویلی جس کی آبادی 6907622 ہے وہ کشمیر کے 15.73 فیصد علاقے پر پھیلا ہوا ہے۔ جس کا رقبہ 15948 مربع کلومیٹر ہے جبکہ جموں ڈویژن کی آبادی 5350811 افراد پر مشتمل ہے۔ اس کا رقبہ 26293 مربع کلومیٹر اور کل کشمیر کا 25.94 فیصد ہے۔ جبکہ لداخ ڈویژن رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑا انتظامی ڈویژن ہے مگر اس کی آبادی سب سے کم ہے۔ لداخ کی کل آبادی 290492 اور رقبہ 59146 مربع کلومیٹر ہے جبکہ کل علاقے کا 58.33 فیصد ہے۔

کشمیر ویلی اور جموں میں 10-10 ضلعے ہیں جبکہ لداخ 2 ڈسٹرکٹ پر مشتمل ہے سرکاری زبان اردو اور انگریزی ہے دیگر علاقائی زبانوں میں ڈوگرہ' ہندی' کشمیری' روف' لداخی اور شنا ہے۔ وادی کا قیام 27 اکتوبر 1947 سے شمار کیا جاتا ہے یہ وہی دن ہے جب بھارتی فوجیں ہوائی جہاز کے ذریعے کشمیر میں جارحیت کا ارتکاب کرتے ہوئے اتاری گئی تھیں۔ مقبوضہ کشمیر کے دو دارالحکومت ہیں۔ سردیوں میں جموں اور گرمیوں میں سری نگر' شرح خواندگی 66.07 ہے۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو صرف دستخط کر سکتے ہیں۔ یہاں دس بڑے شہر ہیں مگر سری نگر سب سے بڑا ہے۔

طرز حکومت صدارتی ہے مگر آج کل وہاں گورنر راج ہے۔ نریندر ناتھ وہرا' موجودہ گورنر ہے حالیہ نام نہاد انتخابات میں چونکہ بھارتی حکمرانوں کے مطلوبہ نتائج کے مطابق کوئی گروہ کامیابی

حاصل نہ کر سکا۔اس لئے اقتدار عوام کے حوالے کرنے کی بجائے گورنر راج کا نفاذ کر دیا گیا ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں کل انسانی آبادی ایک کروڑ پچیس لاکھ اڑتالیس ہزار نو سو پچیس ہے۔ (12548925) مردم شماری کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ 1951ء	پہلی مردم شماری	3254000	
2۔ 1961ء	دوسری مردم شماری	3561000	9فیصد اضافہ
3۔ 1971ء	تیسری مردم شماری	4617000	29.7فیصد اضافہ
4۔ 1981ء	چوتھی مردم شماری	5987000	29.70فیصد اضافہ
5۔ 1991ء	پانچویں مردم شماری	7837000	30.9فیصد اضافہ
6۔ 2001ء	چھٹی مردم شماری	10143000	29.4فیصد اضافہ
7۔ 2011ء	ساتویں مردم شماری	12548925	

علاقے میں ہندو کمیونٹی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ادھر کشمیر کے اندرونی حالات سے تنگ آ کر بھارتی فوجی نفسیاتی مریض بن چکے ہیں۔ چڑ چڑا پن ان کے مزاج کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ عوام کی توجہ اصل مسئلے سے ہٹانے کے لئے آئے دن بھارتی فوجی سرحدی خلاف ورزیاں کرتے رہتے ہیں۔دسمبر 2014ء میں فلیگ میٹنگ کی کال دے کر فائرنگ کر کے دو پاکستانی رینجرز کے جوانوں کو شہید کرنا اسی پاگل پن کا نتیجہ ہے جس میں سارا بھارتی حکمران ٹولہ مبتلا ہے۔

علاقے کے ممالک سے دوستانہ تعلقات قائم کرنا پاکستان کی خارجہ پالیسی کا حصہ ہے مگر بھارت روائتی ہندو بنیئے کی طرح بغل میں چھری اور منہ میں رام رام کی مالا جپتا ہے۔ پاکستان دامے، درمے، سخنے ہر حوالے سے کشمیریوں کے ساتھ ہے۔مظلوم کا ساتھ دینا مسلمانوں کی تربیت میں شامل ہے۔تاریخ پر نظر رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ جہاں بھی کسی پر ظلم ہو رہا ہو پاکستان ان کے لئے آواز بلند کرتا رہتا ہے۔

پاکستان میں ہر سال 5 فروری کو یوم یکجہتی کشمیر منایا جانا ایک مستقل روایت بن گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان کے شہریوں کے دل اپنے کشمیری بھائیوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں اور یہ تعلق آج کا نہیں بلکہ صدیوں پر محیط ہے۔

*****

کشمیر۔۔۔برصغیر کا ایک رستا ہوا زخم

سمیع اللہ خان

دنیا کے بلند ترین پہاڑی سلسلے کوہ ہمالیہ کے دامن میں آباد اور خشکی پر قائم سب سے حسین وادی کو تاریخ ''جموں وکشمیر'' یا ''کشمیر'' کے نام سے پکارتی ہے۔ کشمیر میں داخل ہونے والا پہلا یورپی ''برنیئر'' رقمطراز ہے ''سچ تو یہ ہے کہ میں تخیل کی انتہائی جولانی میں بھی یہ تصور نہیں کرسکتا تھا کہ یہ اقلیم اتنی حسین ہوگی۔'' مقبوضہ جموں وکشمیر میں گیارہ ہزار مربع میل پر جنگلات ہیں جن میں دیودار، چیل، نیندر اور پاپولر کے درخت شامل ہیں۔ شرح خواندگی 67 فیصد ہے۔ سرمائی دارالحکومت جموں اور گرمائی سری نگر ہے۔

مقبوضہ وادی کے تین ڈویژن جموں، لداخ اور سری نگر ویلی ہیں جبکہ اضلاع بائیس ہیں۔ انگریزی اور اُردو کو سرکاری زبانوں کا درجہ حاصل ہے۔ گردونواح میں بولی جانے والی زبانوں میں ڈوگرہ، شینا، کشمیری، روف اور ہندی شامل ہیں۔ 2011 میں کی گئی مردم شماری کے مطابق مقبوضہ وادی کی کل آبادی ایک کروڑ پچیس لاکھ، اڑتالیس ہزار نوسو پچیس ہے۔ مغلوں، افغانوں کے بعد سکھوں (1846ء-1819ء) نے اس مظلوم قوم کو غلام بنایا۔ سکھوں کے متعلق ''تاریخ کشمیر'' میں محمد دین فوق لکھتے ہیں ''افغانوں کی حکومت اگر تلخ گھونٹ تھی تو خالصہ بہادر زہر میں بجھے ہوئے تیر نکلے۔''

افسوس! یہ جنت نظیر وادی صدیوں سے ظلم سہتی آرہی ہے۔ کبھی غلہ بچانے کی خاطر کوئی رنبیر سنگھ اس کے فرزندوں کو برصغیر کی سب سے بڑی میٹھی جھیل ''وُلر'' میں ڈبو دیتا ہے تو کبھی سردار شمس خان کو مسلمان ہونے کے جُرم میں سزا کا مزہ چکھانے کے لئے اس قدر آزردہ

کیا جاتا ہے کہ وہ ہتھیار اُٹھاتا ہے اور پھر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ کس قدر بھیانک انداز میں گلاب سنگھ نے محض سولہ دن میں کم وبیش چھ ہزار افراد کو پہاڑوں سے اتار کر پلندری میں ان کے سر کاٹے اور سرِ عام لٹکا دیئے' آج بھی اس جگہ کو سولتیر اں کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

تاریخ آزادی کشمیر میں 1931ء کو خاص مقام حاصل ہے۔ اودھم پور کے ایک ہندو کو اس لئے وراثت سے محروم کیا جاتا ہے کہ وہ اسلام لا چکا ہے۔ جموں میں متعصب ہندو کانسٹیبل (1931ء) مسلمانوں کو جمعہ کا خطبہ دینے سے منع کرتا ہے' اسی دوران میر پور کے فضل داد کا پانچسورہ ہندو کانسٹیبل زمین پر گرا دیتا ہے' سرینگر میں اسی دوران مقدس کتاب کے اوراق پبلک غسل خانے میں پائے گئے۔ مسلمانوں نے ایک جوان کی تقریر سے متاثر ہو کر احتجاج کیا تو گورنر نے اسے قید کیا اور ہجوم پر گولی چلا دی جس سے چالیس زخمی ہوئے اور اکیس جامِ شہادت نوش کر گئے۔ زخمیوں کو سرکاری ہسپتال میں جگہ نہ دی گئی جبکہ مشنری ہسپتال کے ایک خداترس نے ان کو داخل کیا' اس بارے جسٹس صراف رقمطراز ہیں ''یہ ایسی رات تھی جب کسی گھر میں نہ کھانا پکا اور نہ کسی نے کچھ کھایا۔ سارا شہر مغموم تھا۔'' جنازے اٹھانے کی اجازت بھی محض 26 افراد کو ملی۔

ہندوستان جس ریاست کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ کہتا ہے اس کی تاریخ' ثقافت' زبان اور جغرافیہ تک اس سے مختلف اور جدا ہے۔ ہندوستان اپنی تاریخ میں بہت کم عرصہ وحدت کے روپ میں رہا جب کہ کشمیر ایک علیحدہ ریاست کے طور پر تاریخ میں موجود رہا۔ والٹر لارنس اپنی کتاب ''ویلی آف کشمیر'' میں رقمطراز ہے ''اس بات کا واضح ثبوت موجود ہے کہ کشمیر اس وقت سے ایک باقاعدہ مملکت رہی ہے جب سے تاریخ لکھنے کا رواج ہوا۔'' قدیم کشمیر کے معتبر ترین مصنف پنڈت کلہن کی کتاب ''راج ترنگنی'' کے مطابق 4000 قبل مسیح سے لے کر 1324 تک اکیس ہندو راجگان کے خاندانوں نے کشمیر کے تخت پر حکومت کی ہے جن میں سے 18 کشمیری تھے۔ تیرہ سو چوبیس میں بدھ مہاراجہ رنچن نے شرف الدین عبدالرحمن المعروف بلبل شاہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور کشمیر میں اسلام کا آغاز ہوا۔

ہندوستان کا دعویٰ ہے کہ مہاراجہ ہری سنگھ نے ان کے ساتھ الحاق کا وعدہ کیا تھا جبکہ تاریخ بتاتی ہے کہ تاجِ برطانیہ نے ''برطانوی ہند'' کی تقسیم کے ساتھ ساتھ British State of India کو یہ مشورہ دیا تھا کہ پندرہ اگست تک صوبہ جات کی تقسیم سے وجود میں آنے والی مملکتوں میں سے کسی ایک سے الحاق کر لیں۔ اس رو سے مہاراجہ کا حقِ الحاق پندرہ اگست کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے بعد بھی ان کا حق باقی ہے تو اس کے لئے ماؤنٹ بیٹن کے اس جواب کو دیکھتے ہیں جو انھوں نے مہاراجہ کے خط کے جواب میں 26 اکتوبر کو لکھا تھا ''ہماری پالیسی کے مطابق جس ریاست کا الحاق متنازعہ ہوا سے عوام کی خواہشات کے مطابق طے ہونا چاہئے۔ میری حکومت یہ چاہتی ہے کہ ریاست جموں و کشمیر میں نظم و نسق کی بحالی اور ریاست کو حملہ آوروں سے پاک کرنے کے بعد الحاق کا مسئلہ عوام کی کانفرنس پر چھوڑ دیا جائے'' (اقتباس شیر کشمیر عبداللہ از کلیم اختر) دوسری بات یہ کہ بغاوت کے بعد شخصی حکومت والی ریاستوں میں صورتحال سنبھلنے تک کسی کا اختیار باقی نہیں رہتا اور مہاراجہ کی ریاست میں توظلم کی چکی میں پستے عوام علمِ جہاد بلند کر چکے تھے۔ کشمیر کے معتبر ہندو صحافی پنڈت پریم ناتھ بزاز جو کشمیری نسل سے تھے لکھتے ہیں: ''میرا خیال ہے کہ ہندوستانی فوجوں نے ریاستی باشندوں کی مرضی کے خلاف قبضہ جما رکھا ہے۔ یہ اقدام سراسر وحشیانہ چھینا جھپٹی ہے جو کسی صورت برداشت نہیں کی جا سکتی۔ اس کا نتیجہ خطرناک ثابت ہوگا' اس وقت تو مسلمان ہی بھارتی حکومت کے مظالم کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں اگر یہی صورت حال رہی تو آگے چل کر ہندوؤں کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا جو شاید مسلمانوں کی نسبت زیادہ تلخ ہو۔ لہٰذا میں پکا ہندو اور سچا کشمیری ہونے کی حیثیت سے یہ مطالبہ کروں گا کہ ہندوستانی فوجیں میرا پیارا وطن چھوڑ دیں۔ کشمیری خود کسی ملک کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کریں گے چاہے وہ مملکت پاکستان ہو یا بھارت۔ وہ صرف اس طرف جھکیں گے جدھر ان کا اپنا فائدہ ہوگا۔

(ہفت روزہ نصرت۔ لاہور۔1960ء)

1931ء کے بعد تقسیم ہند 1947ء میں ہونے والے جہاد میں کشمیریوں نے اپنے حق کے

لئے ایک بڑی قربانی دی۔صراف صاحب لکھتے ہیں کہ ایک محتاط اندازے کے مطابق جموں کے ان فسادات کے دوران کم وبیش 25 ہزار لڑکیوں کو اغوا کیا گیا۔ کشمیر ٹائمز کے ایڈیٹر مسٹر جے ۔کے۔ ریڈی رقمطراز ہیں کہ ''گزشتہ دس دنوں میں ریاست کشمیر کے صوبہ جموں میں بیس ہزار سے زائد بے گناہ مسلمان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔جموں کے تمام دیہات سے مسلمانوں کو بے دخل کرنے کے لئے ایک باقاعدہ منظم پروگرام بنایا گیا۔''

ہندوستان کو''شیخ عبداللہ'' کی صورت میں ایک مہرہ ہاتھ آ گیا' جس نے ریاست میں حکومت بنانے کے بعد الحاق کی حمایت کر دی جبکہ اس سے قبل کشمیر کی نمائندہ جماعت مسلم کانفرنس نے تقسیم سے قبل الحاق پاکستان کی قرارداد منظور کی تھی۔مگر اسی شیخ عبداللہ کو جب خودمختاری کا خواب ستانے لگا اور اس نے الحاق کی مخالفت کی تو ہندوستان نے اسے سلاخوں کے پیچھے پہنچا دیا۔

کشمیریوں نے ایک حصے کو آزاد کروالیا جو کہ آزاد کشمیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یکم جنوری 1948ء کو پنڈت نہرو اقوام متحدہ کے دفتر جا پہنچے۔مکروفریب پر مبنی تحریر جمع کروائی تو پاکستان نے اپنا موقف پیش کیا اور کہا کہ جیسے ہی بھارت کے قدم مقبوضہ وادی میں مضبوط ہوئے تو یہ اقوام متحدہ کی قرارداد کی دھجیاں بکھیر دے گا۔ پھر وقت نے ثابت کیا کہ پاکستان کے خدشات درست تھے۔ 13 اگست 1948ء کو سلامتی کونسل کی قرارداد منظور ہوئی کہ ''فوری طور پر جنگ بند کی جائے۔'' مزید برآں:

ریاست جموں وکشمیر سے پاکستان وہندوستان کی افواج اور اسلحہ بردار افراد نکل جائیں۔جموں وکشمیر میں ایسی حکومت قائم کی جائے جس میں مختلف عناصر کو نمائندگی ملے۔ صورتحال معمول پر آئے تو ریاست میں آزادانہ اور غیر جانب دارانہ رائے شماری کرائی جائے۔

بھارت نے وقتی طور پر قرارداد تسلیم کر کے ردی کی ٹوکری میں ڈال دی اور 30 اکتوبر انیس سو اڑتالیس کو ایمرجنسی کے طور پر شیخ عبداللہ کی حکومت تشکیل دی۔یکم جنوری 1949ء کو سیز فائر ہوا جس میں 35 فیصد کشمیر ہی آزاد ہو سکا۔

مگر اگست 1950ء تک ہندوستان کی جانب سے کوئی بھی تعمیری و مثبت قدم نہ اٹھایا گیا۔

اقوام متحدہ نے پھر آسٹریلوی جج سر اوون ڈکسن کو 1950ء میں اپنا نمائندہ بنا کر برصغیر بھیجا۔ جس کے پلان کے چیدہ چیدہ نکات یہ تھے۔

1۔ پاکستان کی افواج کشمیر سے پہلے نکل جائیں اور کچھ روز بعد بھارتی افواج بھی چلی جائیں۔

2۔ آزاد کشمیر کی افواج اور ناردرن سکاؤٹس جیسی مسلح تنظیمیں ختم کر دی جائیں۔

3۔ بھارتی مقبوضہ کشمیر کی افواج اور ملیشیا کو توڑ دیا جائے۔

اس کے علاوہ ان کے پاس یہ ترکیب بھی تھی کہ جموں و کشمیر میں ایسی حکومت قائم ہو جو مکمل طور پر غیر جانب دار ہو اور ایسا بھی ممکن ہے کہ سارے علاقے کا کنٹرول اقوام متحدہ خود سنبھال لے اور رائے شماری کا بندوبست کرے۔ مگر بھارت نے سر اوون ڈکسن کی سفارشات کو مکمل طور پر مسترد کر دیا کیونکہ اسے عوام کی اکثریت کے جھکاؤ کا بخوبی اندازہ تھا۔

سر اوون ڈکسن کی ناکامی کے بعد سابق امریکی سینیٹر ڈاکٹر گراہم کو اقوام متحدہ کی جانب سے بھیجا گیا جنھوں نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ پاکستان نے تمام تجاویز پر عمل درآمد کے حق میں رائے دی ہے اور مکمل تعاون کیا ہے مگر ہندوستان کا رویہ منفی ہی رہا ہے۔

1953ء میں شیخ عبداللہ کو کشمیر کی خودمختاری کا نعرہ بلند کرنے پر گرفتار کیا گیا۔ دی ٹیلی گراف لکھتا ہے کہ "1957ء میں کشمیر کو انڈیا میں آئین کی خصوصی شق 370 کے تحت شامل کیا گیا۔ اور یہ طے پایا کہ کوئی غیر کشمیری فرد ریاست میں زمین نہ خرید سکے گا۔"

کشمیر پر ہونے والی جنگ 1965ء میں پاکستانی افواج نے دشمن کے خواب چکنا چور کر دیئے ۔اس جنگ کے بعد 1966ء میں روسی وزیراعظم الیکسی کوسیگن کی موجودگی میں معاہدہ تاشقند ہوا۔ صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان اور بھارتی وزیراعظم لال بہادر شاستری نے مسئلہ کشمیر پر بھی بات چیت کی اور دونوں نے اپنے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی۔ یہ بھی طے پایا کہ دونوں ممالک کی فوجیں پچیس فروری تک ان مورچوں پر واپس چلی جائیں گی جن پر وہ پندرہ اگست

انیس سو پینسٹھ تک متعین تھیں۔ آئندہ باہمی تنازعات بات چیت کے ذریعے حل کئے جائیں گے مگر بہادر شاستری کی وفات اور پاکستان میں انتقال اقتدار کی وجہ سے معاملہ سرد ہو گیا جس کے بعد ہمیشہ کی طرح بھارت پھر روایتی ہٹ دھرمی پر اتر آیا اور مذاکرات کھٹائی میں پڑ گئے۔

1971ء میں کشمیر ہی کی بنیاد پر بھارت نے پاکستان کے خلاف مشرقی پاکستان میں سازشوں کا جال بچھایا اور بالآخر بین الاقوامی سرحد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مشرقی پاکستان میں فوجیں داخل کر دیں۔ پھر بھارت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی اور پاکستان کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے مابین شملہ معاہدہ طے پایا۔ اس چھ نکاتی معاہدہ میں پاکستان نے بھارت سے کشمیر کے تنازعے میں اپنے فریق ہونے کی پوزیشن منوالی۔ اس میں وضاحت کی گئی کہ بھارت اور پاکستان جموں و کشمیر کے تنازعے کا دائمی حل تلاش کرنے کے لئے طاقت کا استعمال کرنے کے بجائے بات چیت کے ذریعے تصفیہ پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ 25 اکتوبر 1978ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک ماہرانہ جائزے میں جموں و کشمیر کو دنیا کے ان چودہ علاقوں میں شامل کر لیا جن کے عوام طویل عرصہ گزرنے کے باوجود حقِ خود ارادیت سے محروم تھے۔ (اقتباس ہماری خارجہ پالیسی از مسعود الحسن صابری)۔ اس دفعہ اندرا گاندھی 1978ء کا الیکشن ہار گئیں اور ذوالفقار علی بھٹو تختہ دار تک جا پہنچے۔ یوں یہ معاملات ایک دفعہ پھر طے نہ ہو سکے۔

اس سے قبل فروری انیس سو چھیاسٹھ میں شیخ عبداللہ کے بیرون ملک دوروں، خود مختاری کی خواہش اور چین کے صدر کی دعوت ایسے معاملات تھے جن سے انہیں پھر جیل کی ہوا کھانی پڑی۔ بالآخر تیرہ نومبر 1974ء کو بھارتی وزیر اعظم اندرا گاندھی اور شیخ عبداللہ کے درمیان مذاکرات ہوئے اور شیخ عبداللہ نے وزیر اعظم کی جگہ وزیر اعلیٰ بننا قبول کیا، اس فیصلے کے خلاف کشمیر میں بھرپور مظاہرے ہوئے اور شیخ عبداللہ عوام میں حد درجہ غیر مقبول ہو گئے۔ اور دہلی میں جواہر لال نہرو کی رائے شماری والی بات جرم ٹھہری، جس سے کشمیری عوام اور بین الاقوامی طور پر اقوام عالم

کو یہ بات سمجھ آ گئی کہ بھارت کشمیریوں کے حقوق کے سلسلے میں کتنا سنجیدہ ہے۔

1989-90ء میں حالات نے ایک اور انگڑائی لی اور مقبوضہ کشمیر کے انتخابات میں کشمیریوں نے محض دو فیصد ووٹ ڈالا۔ 98فیصد عوام نے کٹھ پتلی نظام کو مسترد کر دیا تو بھارت نے گورنر راج نافذ کیا اور اسمبلی کو چلتا کر کے سارے اختیارات مرکز نے سنبھال لئے۔ کشمیر میں بڑے پیمانے پر قتل وغارت گری کا ایک اور ریکارڈ بھارت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بن کر اُبھرا۔ پھر ہندوستان کی جانب سے بدنام زمانہ آرمی ایکٹ افسپا کا نفاذ وادی پر کیا گیا۔ جس کے تحت بغیر مقدمہ چلائے، بناء کسی ثبوت کے بھارتی فورسز وادی کے کسی بھی باشندے کو حراست میں رکھ سکتی ہیں۔ اس قانون کے خلاف بھارتی صحافی آرون دھتی رائے، عام آدمی پارٹی سمیت متعدد بھارتی دانشوروسیاستدان اپنے تحفظات کا اظہار کر چکے ہیں۔ سی این این کے مطابق کشمیر دنیا میں سب سے زیادہ آرمی سے لیس خطہ ہے۔

20فروری 1999ء کو بھارتی وزیر اعظم اٹل بہاری واجپائی کی لاہور آمد سے حالات کی بہتری کی اُمید بندھی مگر کارگل میں بھارت اور کشمیری مجاہدین کی جھڑپوں کی وجہ سے بات پسِ منظر میں چلی گئی۔ بھارت نے پاکستان پر دراندازی کا الزام لگایا اور یہ بھول گیا کہ اس نے کسی غیور قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ پاکستان کا موقف تھا کہ وہ فقط مظلوم قوم کی اخلاقی مدد کر رہا ہے۔ بالآخر 4جولائی 1999ء کو پاکستانی وزیر اعظم اور امریکی صدر بل کلنٹن کے مابین ملاقات کے بعد ایل او سی کے دونوں جانب جنگ بند ہوئی۔ برطانوی جریدے ڈیلی ٹیلی گراف کے مطابق اس جنگ میں دونوں اطراف افواج اور سویلین سمیت کئی ہزار افراد جان کی بازی ہار بیٹھے۔ کشمیر میڈیا سروس کے مطابق محض 2015ء میں حریت رہنماء سید علی گیلانی 258دن، شبیر شاہ 200 دن اپنے گھر میں محصور رہے جبکہ مسرت عالم بٹ کو متعدد بار جیل جانا پڑا اور نام نہاد پبلک سیفٹی ایکٹ 32بار اُن پر لاگو کیا گیا۔

VHP کے لیڈر پراوین توگڈیا (Praveen Togadia) نے دعویٰ کیا ہے کہ گزشتہ دس

سالوں میں ان کی تنظیم نے پانچ لاکھ عیسائیوں اوراڑھائی لاکھ مسلمانوں کو ہندو بنایا ہے‘ واضح رہے یہ ایک شدت پسند تنظیم ہے اور جبری مذہب تبدیل کرانا اس کے نزدیک قابل فخر کارنامہ ہے۔ دستیاب اعدادوشمار کے مطابق بھارتی جریدے آؤٹ لک نے کہا ہے کہ انتہا پسند تنظیم آر ایس ایس کے ملک بھر میں پچاس ہزار مراکز کام کررہے ہیں‘ دس ہزار کا اضافہ مودی کے دور میں ہوا ہے۔ یہ ایک ایسی صورتحال ہے جو نہ صرف پاکستان وکشمیر بلکہ بھارت کے کھلے ذہن کے طبقے سمیت دنیا کے لئے پریشانی کا باعث ہے۔ ان حالات میں کیونکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ کشمیری بھارت کی دھرتی سے جڑے رہیں گے‘ تاریخ گواہ ہے حق کی آواز کو ظلم کی لاٹھی سے محدود وقت کے لئے دبایا جاسکتا ہے‘ مٹایا نہیں جاسکتا۔

بھارت دانستہ طور پر شق 370 کی خلاف ورزی کررہا ہے اور لداخ کے اندر ہندوؤں کو آباد کیا جارہا ہے۔ 1947ء میں وادی میں 77 فیصد مسلمان آباد تھی جو کہ 2011ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمان 67 فیصد، ہندو 29 فیصد اور 2.08، بدھ مت 1.07 جبکہ دیگر 0.77 فیصد ہیں۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی میں ہمسایوں سے پرامن تعلقات بنیادی اہمیت کے حامل ہیں مگر بھارت روایتی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرکے خطے کے امن کو اور اپنی فوج کو تباہ کررہا ہے۔ اپنی آمدن عوام کی بھلائی پر خرچ کرنے کے بجائے جنگی جنون میں مبتلا ہوکر اسلحہ پر لگارہا ہے۔ بھارتی افواج ذہنی مریض بن چکی ہیں‘ بھارت کشمیر میں ہندو آبادی کو بڑھاوا دے رہا ہے تاکہ اپنا مقصد حاصل کرسکے اور عالمی برادری کی توجہ ہٹانے کے لئے کبھی پٹھانکوٹ ائیربیس کا ناٹک رچاتا ہے تو کبھی فلیگ میٹنگ کا اشارہ دے کر فائرنگ کردیتا ہے۔

پاکستان نے ہمیشہ مظلوم قوموں کے حق میں آواز بلند کی ہے۔ اُسی کی دہائی میں قاضی حسین احمد نے پانچ فروری کو یوم یکجہتی کشمیر منانے کا ارادہ کیا اور اب یہ دن پاکستان میں کشمیری عوام سے محبت کی بنیاد پر سرکاری طور پر منایا جاتا ہے اور مظلوم کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کی کامیابی کے لئے ہر آنکھ اشکبار ہوتی ہے اور ہاتھ فضا میں ان کی خیر خواہی کے لئے بلند ہوجاتے ہیں۔

کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی

محمد منیر، اویس خالد

مقبوضہ جموں وکشمیر میں ظلم وستم کی داستان نہ صرف دل دہلا دینے والی ہے بلکہ اقوام عالم کے بنائے گئے انسانی حقوق کی کھلم کھلا خلاف ورزی بھی ہے۔ بھارت کی طرف سے کشمیریوں پر ڈھائے جانے والے مظالم برداشت کی حدوں سے تجاوز کر چکے ہیں۔ بچے، بوڑھے، جوان، مرد وخواتین غرض کوئی بھی بھارتی جارحیت سے بچ نہیں سکا۔ بچوں پر ایسا بہیمانہ تشدد کیا جاتا ہے کہ اسکے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور انسانیت شرمانے لگتی ہے۔ جوانوں کو اغوا کر کے لاپتا کر دیا جاتا ہے اور بعد ازاں بے دردی سے مسخ شدہ لاشیں توہین آمیز انداز میں پھینک دی جاتی ہیں جو بھارت کی فرعونیت اور چنگیزیت کا منہ بولتا ثبوت ہوتی ہیں۔ خواتین کو جنسی تشدد کا نشانہ بنا کر حوا کی بیٹی کی حرمت وتقدس کو پامال کیا جاتا ہے۔ ہنستے بستے گھروں کو اجاڑنا بھارتی فوج اور بھارتی پولیس کا مشغلہ بن چکا ہے۔ انسانی حقوق کی پامالی کی شاید ہی ایسی کوئی اور نظیر کہیں ملتی ہو۔

حال ہی میں جموں وکشمیر کی موجودہ صورت حال پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے بھارت کے ایک معروف لکھاری رام پنیانی نے واضح الفاظ میں کہا کہ بھارتی حکومت کو اپنی جارحیت ترک کر کے یہ سوچنا چاہئے کہ کشمیری عوام کیا چاہتے ہیں۔ جمہوریت کے سب سے بڑے دعویدار اور خود ساختہ علمبردار اور انسانی حقوق کی اہمیت پر مصنوعی راگ الاپنے والوں کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کشمیری عوام کو ان کے حق خود ارادیت، آزادی رائے اور بنیادی حقوق کی فراہمی سے محروم کرنا اور بالجبر اپنا تسلط قائم کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ جواہر لال نہرو نے ایک مرتبہ ایک تقریر میں کہا تھا۔ ''لوگوں کے دل اور دماغ جیتنے سے بڑھ کر اور کیا اہم ہو سکتا ہے۔''

یونیورسل پریاڈک ریویو کے ورکنگ گروپ کے تحت اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کونسل کے تیرھویں اجلاس میں جو کہ 21 مئی 2012 تا یکم جون 2012 جاری رہا واضح کیا گیا کہ انڈیا میں بھارتی ریاستوں اڑیسہ، مدھیہ پردیش، گجرات اور ہماچل پردیش میں مذہبی بنیادوں پر اقلیتوں کے بنیادی حقوق کا نہ صرف استحصال کیا جاتا ہے بلکہ مختلف مواقع پر انسانیت سوز تشدد کے ذریعے انسانی حقوق کے ضابطوں کی دھجیاں اُڑادی جاتی ہیں۔ مذہبی آزادی کے موضوع پر پیش کی گئی اقوام متحدہ کی خصوصی رپورٹ میں بھی واشگاف الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ بھارت میں اقلیتوں کے لئے زمین تنگ ہے اور مذہبی اقلیتوں پر تشدد روا رکھا جاتا ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی 2015 کی ایک رپورٹ کے مطابق کئی سالوں سے جموں و کشمیر میں نافذ آرمڈ فورسز اسپیشل ایکٹ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق مختلف مقدمات میں انصاف کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس لئے اس کالے قانون کا فوری طور پر خاتمہ ضروری ہے۔ اس ایکٹ کی دفعہ 7 کے تحت بھارت کی سکیورٹی فورسز کے اہلکاروں کو جموں و کشمیر میں انسانی حقوق کی مبینہ خلاف ورزیوں پر استثنیٰ حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں ملوث بھارتی اہلکاروں کا احتساب ممکن نہیں۔

یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ بھارتی وزیراعظم مودی کی موجودہ پالیسیوں کی وجہ سے اقوام عالم میں بھارت کی ساکھ شدید متاثر ہوئی ہے۔ اس بات کا اظہار جینوا میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی کونسل کے ایک اجلاس منعقدہ ستمبر 2015 میں آزاد جموں و کشمیر کے رہنماؤں نے کیا۔ سید مفتی نقشبندی جو APHC کے سینئر رہنما ہیں اور آزاد کشمیر کے امجد یوسف خان نے کہا کہ بھارتی حکومت کی طرف سے بنائی گئی پالیسیاں بالکل غیر انسانی ہیں جو انہیں کسی صورت قبول نہیں ہیں۔ یہی قوانین معصوم نہتے کشمیریوں پر انسانیت سوز مظالم ماورائے عدالت قتل، اغوا اور عصمت دری جیسے گھناؤنے کھیل کھیلنے کے لئے بھارت کو جواز مہیا کرتے ہیں۔ کشمیری عوام جو کہ ایک طویل عرصے سے اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور پرامن احتجاج کے ذریعے دنیا کو

بھارتی جارحیت اور اپنی آزادی کے حصول کی تگ و دو سے آگاہ کر رہے ہیں، وہ کسی صورت بھی اپنے حقِ آزادی سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔

بے گناہ کشمیریوں کے ساتھ بھارت کا ناروا سلوک اب کسی سے بھی پوشیدہ نہیں رہا۔ جمہوری حقوق کی پیپلز یونین کی ایک رپورٹ کے مطابق دہلی میں موجود کشمیری مسلمان ظلم و جبر اور عدم تحفظ کا شکار ہیں اور وہاں کی مقامی پولیس اوچھے ہتھکنڈوں سے انہیں ہراساں کرتی ہے۔ بے گناہ نوجوانوں کو گرفتار کر کے حبس بے جا میں رکھا جاتا ہے اور رہائی کے عوض بھاری رقوم کا بطور رشوت تقاضا کیا جاتا ہے۔ بھارتی پولیس نے افضل گرو کو بھارتی پارلیمنٹ پر حملے کے الزام میں گرفتار کیا اور بھارت کے شدت پسند حلقوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اسے پھانسی دے دی جو سراسر عدالتی قوانین اور انصاف کے تقاضوں کے خلاف تھی۔

9/11 کے بعد بھارت نے کشمیریوں پر کئے جانے والے مظالم میں مزید اضافہ کر دیا اور اُن کی تحریک آزادی کو دہشت گردی قرار دینے کے لئے بھونڈی کوششیں کیں۔ 9/11 کی آڑ میں بھارت کے ہاتھ کشمیری مسلمانوں کو تہہ تیغ کرنے کا ایک سنہری موقع مل گیا اور کشمیری مسلمانوں کی آزادی کی جدوجہد کو دہشت گردی سے تعبیر کرنے کے لئے جھوٹا اور منفی پروپیگنڈا کیا جانے لگا تاکہ اقوام عالم کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان کے دلوں میں کشمیر کے حوالے سے پیدا ہونے والی ہمدردی کو ختم کیا جا سکے لیکن آج دنیا جان چکی ہے کہ کشمیر کی آزادی کے حصول کی جدوجہد کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ کشمیری عوام تو ایک عرصے سے اپنے حقوق کی آزادی کے لئے بھارت کی انتہا پسندی، جارحیت اور استعماریت کے آگے ڈٹے ہوئے ہیں۔

دوسری طرف بھارتی مظالم کی فہرست کچھ یوں ہے کہ جنوری 1989 تا دسمبر 2016 مجموعی طور پر ایک لاکھ سے زائد افراد کو شہید کیا گیا۔ 7073 افراد کو بھارتی فوج اور پولیس نے حبس بے جا میں رکھ کر جھوٹی تفتیش کرتے ہوئے شہید کر دیا۔ 137469 افراد کو جھوٹے بے بنیاد مقدمات میں گرفتار کر کے ہراساں کیا گیا۔ 107043 افراد کو بے گھر کیا گیا۔ 107591 بچے بھارتی مظالم کی

وجہ سے یتیم ہوئے۔ 22826 خواتین کے سہاگ اُجڑے۔ 10717 خواتین پر جنسی تشدد کیا گیا اور انہیں اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ موجودہ حکومت کے دور میں بھارت کی طرف سے کشمیریوں پر کئے جانے والے مظالم میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ بھارتی افواج سے انسانیت کی تذلیل کے لئے TADA،PSA اور AFSP جیسے کالے قوانین بنا رکھے ہیں۔ 8 جنوری 2016ء کو بھارتی فوج نے ایک ہونہار کشمیری نوجوان برہان سلیم وانی کو شہید کر دیا جو کہ سوشل میڈیا پر بھارتی جارحیت کے خلاف ایک بھرپور اور موثر مہم چلا رہا تھا جس کے ذریعے بہت سے مقامی جوان تحریک آزادی میں نئے ولولے اور جذبے کے ساتھ شامل ہوئے۔ وانی کی شہادت نے تحریک میں ایک نئی سوچ پھونک دی۔ اب تحریک شہری علاقوں کے ساتھ ساتھ دیہی علاقوں میں بھی پھیل گئی۔ اس سے پہلے 2008 اور 2010 میں اٹھنے والی تحریکیں صرف شہروں تک محدود تھیں مگر موجودہ لہر نہ صرف پوری شدت سے جاری ہے بلکہ پوری وادی میں پھیلتی جا رہی ہے۔

بھارت انسانیت سوز جارحانہ رویہ اپناتے ہوئے کشمیری مسلمانوں پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ رہا ہے اور ایسے مظالم توڑ رہا ہے کہ جن کے تصور سے ہی روح کانپ اٹھتی ہے۔ اس کی ایک مثال پیلٹ گن کا استعمال ہے جو 2010 کے بعد 9 جولائی 2016 کو دوبارہ وسیع پیمانے پر استعمال ہونا شروع ہوئی۔ ایک اندازے کے مطابق 2 ملین سے زائد پیلٹز (Pellets) استعمال ہوئی ہیں۔ جن سے 7000 سے زائد کشمیری بری طرح زخمی ہوئے اور بینائی سے محروم ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹرز کے مطابق ان میں مختلف کیمیکلز استعمال ہوتے ہیں۔

کشمیر میں بھارتی جارحیت کے حوالے سے پاکستان کی پالیسی بڑی واضح ہے لیکن اسے مزید مستحکم کرنے کی اشد ضرورت ہے ہماری حکومتوں کو چاہئے کہ وہ اس حوالے سے ہر انٹرنیشنل فورم پر نہایت مضبوطی سے اپنا موقف پیش کریں اور انسانی حقوق کی اس کھلم کھلا خلاف ورزی اور بھارتی جارحیت کے خلاف ایسا عالمی دباؤ تخلیق کریں جس سے بھارت گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائے۔

ہمیں چاہئے کہ بہترین اور موثر پالیسی بنانے کے ساتھ ساتھ بھارت کی طرف سے کشمیریوں پر ڈھائے جانے والے قیامت خیز تشدد کی طرف عالمی توجہ مبذول کروانے کے لئے بھی مناسب حکمت عملی وضع کریں اور اس کے ساتھ ساتھ کشمیری عوام کو بھی یکجہتی کا ایسا پیغام دیتے رہنا چاہئے جس سے ان کے پائے استقامت کو مزید تقویت ملے اور حوصلہ افزائی کے اس تاثر سے ان کی تحریک آزادی میں جب ضرورت ہوئی روح پھونکی جا سکے۔ بیرون ملک رہنے والے کشمیری مسلمانوں کی طرف سے بھی انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف آواز بلند کرنا قابل ستائش ہے۔لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ تنازعہ کشمیر پر اقوام عالم کی توجہ اس وقت تک مبذول کرواتے رہنا چاہئے جب تک کشمیریوں کو آزادی مل نہیں جاتی جو ان کا بنیادی حق ہے۔

یہ چونکہ میڈیا کا دور ہے لہٰذا سوشل، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے بھی ایسی مناسب حکمت عملی مرتب کی جانی چاہئے جس سے کشمیری مسلمانوں کی آزادی کی آواز کو پوری دنیا میں پھیلایا جا سکے اور بھارت کا اصلی مکروہ چہرہ بھی دنیا کے سامنے لایا جا سکے۔کشمیری مسلمان انڈیا اور پاکستان کے درمیان باہمی مذاکرات کی حمایت کرتے ہیں مگر بھارتی بدنیتی کی وجہ سے ابھی تک انہیں ان مذاکرات کا باضابطہ حصہ نہیں بنایا گیا۔ ویسے بھی بھارت اپنے کمزور موقف کی وجہ سے ہمیشہ مذاکرات سے بھاگتا رہا ہے۔ بھارت کو چاہئے کہ وہ اپنی ہٹ دھرمی کو ترک کر کے کشمیری عوام کو ان کی مرضی کے مطابق آزادانہ زندگی گزارنے دے جس کی اجازت انہیں اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی قراردادیں بھی دیتی ہیں۔

*****

خطۂ کشمیر کے سرفروشوں کو سلام

الطاف حسن قریشی

بھارت ستر برسوں سے کشمیری عوام پر وحشیانہ مظالم ڈھا رہا ہے، مگر وہ ان کے جذبۂ حریت کو ضعف نہیں پہنچا سکا، بلکہ اس میں ہر آن ایک نئی قوت اور ایک نئی شان پیدا ہو رہی ہے۔ سر بکف نوجوان اور پُرعزم خواتین بھارت کی غلامی کے خلاف صف آرا ہیں اور گولیوں کی بوچھاڑ میں آزادی کے نغمے الاپ رہے ہیں اور پاکستان زندہ باد کے نعرے لگا رہے ہیں۔ آزادی کے متوالے برہان الدین وانی کی شہادت نے تحریک آزادی میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ برہمنی راج لرزہ براندام ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے عوام سات دہائیوں سے بھارت کے غاصبانہ قبضے کا چولا اُتار پھینکنے کے لئے جدوجہد کرتے آئے ہیں جس کی پاداش میں بھارتی درندے ان کی عزت و ناموس پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں اور مقبوضہ کشمیر کی کٹھ پتلی حکومتیں ان سے زندگی کی ہر سہولت چھین لینے اور ہر اذیت پہنچانے پر کمر بستہ رہی ہیں۔ ایک چھوٹے سے خطے میں چھ لاکھ سے زائد فوج اور پیراملٹری فورس کی درندگی سے انسانیت چیخ اُٹھی ہے اور ایک بہت بڑا انسانی المیہ وجود میں آ رہا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ انسانیت کی یہ چیخ انسانی برادری کے اندر تشویش اور کرب کی وہ لہر نہیں اُٹھا پائی ہے جو خون آشام مظالم کے خلاف اُٹھنی چاہئے تھی، تاہم اب عالمی حلقوں میں کسک کا احساس اُبھرنے لگا ہے اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں بے کس اور مظلوم کشمیریوں کے حق میں آواز سنائی دیتی ہے۔ ہماری فوج کے سپہ سالار جنرل قمر جاوید باجوہ بیرونی ممالک کے عسکری اور سیاسی قائدین سے مذاکرات کے دوران تنازعہ کشمیر کے منصفانہ حل کی اہمیت واضح کر رہے ہیں۔

بھارت کو ایک روز کشمیریوں کو حقِ خودارادیت دینا ہوگا، کیونکہ انسانی تاریخ میں طاقت کے بل بوتے پر آزادی کا جذبہ فنا نہیں کیا جاسکا۔ فرانس، الجزائر میں سالہا سال مسلمانوں کا خون بہاتا اور انہیں ظلم کی چکی میں پیستا رہا، مگر وہ ہر قربانی دینے اور فرانس سے آزادی حاصل کرنے کے لئے پُرعزم تھے۔ ان کی خوں رنگ قربانیوں سے خود فرانس متاثر ہونے لگا اور اس کے اندر سے طاقت ور آوازیں اُٹھنا شروع ہوئیں کہ الجزائر کو آزاد کیا جائے۔ دنیا کے عظیم ادیب اور دانش ور، الجزائر کے عوام کی آواز میں اپنی آواز ملانے لگے اور پھر فرانس کا نہایت مقبول اور جرأت مند لیڈر ڈیگال الجزائر کی آزادی کا علم لے کر اُٹھا اور الجزائر آزاد ہوگیا۔ اب یہی عمل بھارت کے اندر بڑی توانائی کے ساتھ شروع ہو چکا ہے۔ وہاں کے باضمیر ادیب اور اہلِ قلم مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی ہونے والی خلاف ورزیوں پر کڑی تنقید کرنے کے علاوہ محکوم کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی بلند آہنگ آواز میں حمایت کر رہے ہیں۔ وہ غیر جانبدار تجزیہ نگار جو مقبوضہ کشمیر کے طول وعرض میں جاتے ہیں، گواہی دے رہے ہیں کہ کشمیری نوجوان جس انداز میں سینہ سپر ہیں، انہیں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مقبوضہ کشمیر بھارت کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ وہ یہ بھی گواہی دے رہے ہیں کہ نوجوانوں کی یہ تحریکِ مزاحمت پوری طرح داخلی اور ملک گیر ہے۔ اس میں خواتین بڑی تعداد میں حصہ لے رہی ہیں جو اس کی کامیابی اور فیروزمندی کی ضمانت ہے۔ مجھے یاد ہے کہ انقلابِ ایران سے پہلے جب میں اگست 1978ء میں امریکہ سے ایران گیا، تو مشہد اور اصفہان کے مظاہروں میں خواتین پیش پیش تھیں۔ وہ اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے کر آتی تھیں۔ ان کے جذبوں کے آگے بال آخر فوج سرنگوں ہوگئی۔ مجھے یقین ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں بھی یہ منظر طلوع ہونے والا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ بھارت نے بدترین دغابازی اور جعل سازی سے ریاست جموں وکشمیر کے الحاق کا ڈرامہ رچایا تھا اور عالمی برادری کی آنکھوں میں دھول جھونکی تھی۔ بھارتی وزیر اعظم پنڈت نہرو نے سفارتی حلقوں میں یہ من گھڑت کہانی پھیلا دی تھی کہ وی پی مینن 26 اکتوبر

1947ء کو جموں گیا اور مہاراجہ نے دستاویزِ الحاق پر دستخط کر دیئے اور بھارت سے امن و امان بحال کرنے کے لئے مدد کی اپیل کی، چنانچہ اس کی اپیل پر اگلے دن یعنی 27 اکتوبر کی صبح سری نگر ایئرپورٹ پر بھارتی فوجیں اُتاری گئیں۔ معروف برطانوی مصنف Alastair Lamb نے اس جھوٹ کا پول اپنی کتاب Incomplete Partition (نامکمل تقسیم) میں کھول دیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ بھارت میں تعینات برطانوی ڈپٹی ہائی کمیشنر الیگزنڈر سائمن نے 26 اکتوبر کے سرکاری روزنامے میں جو واقعہ درج کیا تھا، اسے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ڈپٹی ہائی کمیشنر نے روزنامچے کی رپورٹ انگلستان بھی ارسال کی تھی اور پاکستان میں تعینات برطانوی ہائی کمیشنر کو بھی بھیجی تھی۔ سائمن نے ریکارڈ کیا کہ اس نے ایک ضروری ملاقات کے لئے وی پی مینن کو فون کیا۔ اس نے کہا کہ آج اس لئے ملاقات ناممکن ہے کہ اسے فوری طور پر جموں کے لئے پرواز کرنا ہے۔ اس پر سائمن پالم ایئرپورٹ پہنچ گیا۔ وہاں وی پی مینن واپس دہلی آنے کے لئے تیار بیٹھا تھا، کیونکہ تاخیر ہو جانے کی وجہ سے اب ہوائی جہاز رات سے پہلے جموں ایئرپورٹ پر اُتر نہیں سکتا تھا۔ وہ دونوں اپنی اپنی گاڑیوں میں دہلی واپس آ گئے۔ وی پی مینن 26 اکتوبر کو جموں نہیں جا سکا، مگر اپنی یادداشتوں کے مطابق ڈیفنس کمیٹی کو یہ جھوٹی اطلاع دے چکا تھا کہ وہ جموں جا کر مہاراجہ سے دستاویز الحاق پر دستخط حاصل کر چکا ہے۔ مسٹر لیمب نے تاریخی شہادتوں سے ثابت کیا کہ بھارت نے 27 اکتوبر کی صبح سری نگر ایئرپورٹ پر فوجیں اُتار کر جارحیت کا ارتکاب کیا کہ اسے فوج کشی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ مہاراجہ نے بعد میں جن کاغذات پر دستخط کئے، وہ سرے سے دستاویزِ الحاق نہیں تھی اس لئے اس کی نقل کہیں بھی موجود نہیں۔ ریاست جموں و کشمیر کی آرکائیوز میں بھی اس کا کہیں وجود نہیں ہے۔

وہ معاملہ جو سرتاپا فریب اور دھوکہ دہی پر مبنی ہو، اس کی ناکامی یقینی ہے۔ اس نزاع کو طول دینے سے بھارت کو عالمی سطح پر شدید نقصان پہنچ رہا ہے اور عالمی امن کے لئے اس کا طرزِ عمل شدید خطرہ بنتا جا رہا ہے۔ اسرائیل سے بھارت نے پیلٹ گنز درآمد کیں جن سے اب تک چھ

ہزار سے زائد کشمیری بچے، جوان اور عورتیں گھائل کی جا چکی ہیں جو انسانیت کے خلاف سنگین ترین جرم ہے۔ گزشتہ دنوں اسرائیلی وزیراعظم ایک بہت بڑے وفد کے ہمراہ بھارت آئے اور دونوں ملکوں کے درمیان فوجی معاہدے طے پائے۔ اسرائیل سے ایسے ہتھیار بڑے پیمانے پر درآمد کئے جائیں گے جو تحریکِ آزادکشمیر کچلنے کے لئے استعمال ہوں گے، مگر انہیں اندازہ نہیں کہ بھارت میں اور کہاں کہاں بغاوت کا لاوا پھٹنے والا ہے جو اس کی ظاہری طاقت کا شیرازہ بکھیر کے رکھ دے گا۔ کشمیری عوام اپنی منصفانہ جدوجہد میں تنہا نہیں۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں کے مطابق پاکستان اس مقدمے کا ایک فریق ہے اور اسے سیاسی، اخلاقی اور سفارتی حمایت فراہم کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ اہلِ کشمیر پاکستانی پرچم لہرا کر اور شہیدوں کو پاکستانی پرچم میں دفنا کر اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلے کا اعلان کر چکے ہیں۔ اب پاکستانی قیادت اور عوام پر لازم ہے کہ عالمی فورمز پر نہایت مؤثر انداز میں پوری تیاری کے ساتھ مسئلہ کشمیر اُٹھاتے رہیں، مظلوم کشمیریوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے مناظر ملک ملک پہنچائیں اور پاکستان میں کشمیریوں کے حق میں پُرامن مظاہرے بھی منعقد کئے جائیں۔ تمام سیاسی جماعتوں کو اپنے انتخابی منشور میں کشمیر کی آزادی کو مرکزی اہمیت دینا ہوگی کہ وہ ہماری شہ رگ ہے۔ اس موقع پر ہمارے ایٹمی سائنس دان، ہمارے فیصلہ ساز ادارے اور ہماری سیاسی و عسکری قیادت مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے چھوٹے سائز کے ایٹم بم تیار کر کے بھارت کا سرجیکل سٹرائیک کا نظریہ دفن کر دیا ہے اور خطے کی عالمی طاقتیں بھی پاکستان کے ساتھ امن کی کوششوں میں پوری طرح مستعد ہیں۔

*****

عالمی ضمیر کی بے بسی کی منہ بولتی تصویر

کشمیر جنت نظیر

حجاب حبیب جالب

تاریخ انسانی جس میں بے شمار المناک واقعات دیکھنے میں آئے ہیں' ان میں مسئلہ کشمیر نمایاں اہمیت کا حامل ہے جو کہ روزِ اول سے ظلم وتشدد کی مثال ہے ویسے کہنے کوتو ہم آزاد ہیں اور ہر سال 14 اگست کو آزادی کا جشن جوش وخروش سے مناتے ہیں لیکن اپنی ان خوشیوں میں ان مظلوم ومحکوم لوگوں کو بھول جاتے ہیں جو ابھی تک ظلم اور جبر کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور یہ بے گناہ لوگ ایسے گناہوں کی سزا کاٹ رہے ہیں جو انہوں نے کئے ہی نہیں۔ ہم آزاد ہیں مگر ہمارے کشمیری بھائی ابھی تک آزادی کی نعمت سے محروم ہیں۔ آزاد دنیا کی آزادی کا کیا فائدہ جو مظلوم اور مجبور لوگوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہ لا سکے۔ ایسے اختیار کا کیا فائدہ جو ساری سامراجی طاقتوں کو منہ توڑ جواب نہ دے پائے۔ آئے روز نہتے کشمیریوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کے واقعات منظرِ عام پر آتے رہتے ہیں۔ ہم یہ واقعات دیکھ اور سن کر محض خبروں کی طرح بھول جاتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ قومی اور بین الاقوامی ہر سطح پر کشمیر جیسے سنجیدہ مسئلے کا مستقل حل نکالنے کے بجائے غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ کوئی مرے یا جیئے عالمی ضمیر کو اس سے کیا غرض ہے۔ ہماری کشمیر پالیسی بھی اس حد تک کمزور دکھائی دی کہ جب بھارتی قیادت کی جانب سے یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ ''کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے'' تو اس کا موثر جواب عالمی سطح پر نہیں دیا گیا۔

تقسیمِ ہند کے وقت ہی کشمیر کا فیصلہ ہو جانا چاہئے تھا مگر بعد میں آنے والی حکومتوں نے اس پر مناسب توجہ نہیں دی اور ان کی غلط پالیسیز کی وجہ سے اب تک یہ مسئلہ حل طلب ہے اور شاید اس

وقت کشمیریوں کی قربانیاں اس حد تک پہنچ گئی ہیں کہ اب اس کا حل ناگزیر ہو چکا ہے۔ اکثر ہم یہ ہی دعا کرتے ہیں کہ ہر دن ہمارے لئے خوشیوں کی نوید لائے اور ہر رات شبِ برات جیسی ہو۔ لیکن ہمارا احساس اس وقت کیوں مفقود ہو جاتا ہے کہ جب ہم جانتے ہیں کہ کشمیریوں کا ہر دن خون کی لالی لے کر طلوع ہوتا ہے اور رات سیاہی لاتی ہے۔ ہم اپنی اولاد کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہیں کہ اُن کی اولاد ہزاروں سال جیئے، ترقی کی راہوں پر گامزن رہے مگر یہاں تو ظلم کی انتہا دیکھئے کہ نوزائیدہ بچوں سے بھی کشمیری ہونے کا تاوان لیا جاتا ہے اور کشمیری ماؤں کے جذبات وخواہشات کا گلا گھونٹ دیا جاتا ہے۔ جوان بیٹوں کے سر سہرا سجنے کے خواب ٹوٹ جاتے ہیں ان کے سر تن سے جدا کر کے اُنہیں کفن کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ دل خون کے آنسو رو کر رہ جاتا ہے۔

حق خودارادیت مانگنا میرا نہیں خیال کہ کوئی جرم ہے یا کوئی کبیرہ گناہ ہے کہ جس کی پاداش میں آپ کو موت دی جائے۔ پابندِ سلال کیا جائے حتیٰ کہ آپ کو اپنے مذہبی فرائض سرانجام دینے سے روک دیا جائے۔ آپ پر طویل ترین کرفیو نافذ ہو اور بے دریغ پیلٹ گن کا استعمال آپ کو زندہ درگور کر دے۔ ایسے میں جالب کا شعر عکاس ہے کہ:

محبت گولیوں سے بو رہے ہو
وطن کا چہرہ خون سے دھو رہے ہو
گماں تم کو کہ رستہ کٹ رہا ہے
یقین مجھ کو کہ منزل کھو رہے ہو

مگر ستم ظریفی دیکھئے کہ اکثر اوقات لیڈران بجائے کشمیر پر اپنی پالیسی مضبوط کرنے کے ذاتی مفادات کو مزید تقویت پہنچانے میں جتئے رہتے ہیں۔ وہ ہاتھ جس پر لاکھوں بے بسی ومظلوم کشمیریوں کا خون ہے، بہت گرم جوشی سے تھامے جاتے ہیں بلکہ خوش آمدید کے ترانے بھی گائے جاتے ہیں۔

ہر سال کی طرح امسال بھی یومِ کشمیر جوش وجذبے سے منایا جائے گا، کئی ریلیاں نکلیں گی،

کئی قراردادیں پیش ہوں گی مگر نتیجہ وہی۔

مختلف ٹی وی چینلز پر اینکر پرسنز مختلف سیاسی وسماجی شخصیات سے اُن کی رائے جانیں گے دل کھول کر اپنے دُکھ وجذبات کا اظہار کریں گے مگر اگلے دن وہی اینکرز کسی اور ''ہاٹ ٹاپک'' پر ایک الگ ہی راگ الاپتے نظر آئیں گے۔

مغربی دنیا ہمیں اکثر طعنے دیتی ہے کہ ہمارے ہاں ہیومن رائٹس، وومن رائٹس اور بہت سارے رائٹس کا اکثر خیال نہیں رکھا جاتا۔ ہماری کچھ کمیاں اور کوتاہیاں اپنی جگہ، مگر یہ کہنا کہ تمام مغربی دنیا بشمول اقوامِ متحدہ کو کشمیر کے لاکھوں بے گناہوں پر ہونے والے ظلم وستم دکھائی نہیں دیتے۔ بوڑھے، جوان، بچے اور خواتین، غرضیکہ کون ہے جو کشمیر میں ہندوستانی فوج کے ظلم وستم سے بچا ہوا ہے۔ عورتوں کی عصمت دری کے اکثر واقعات میڈیا میں آتے ہیں مگر مجال ہے کہ کسی مغربی لیڈر کے منہ سے ایک لفظ بھی نکلا ہو۔ کیا عالمی ضمیر کو صرف ہندوستان کی بہت بڑی اکنامک مارکیٹ ہی نظر آتی ہے۔ آزادی اور برابری کے اس دور میں بھی کشمیری عوام اپنے حق خود ارادیت کے لئے مصروفِ جدوجہد نظر آتے ہیں۔ یہ جدوجہد ان کا بنیادی حق ہے۔ مگر ان پر اس حق کے حصول کے تمام پُرامن راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ مظاہرے کرنے والے نوجوانوں اور بچوں پر بھارتی فوجیوں نے ظلم وتشدد کا ایک طریقہ دریافت کر لیا ہے۔ یہ ہے پیلٹ گن سے اندھا کرنے کی پالیسی۔ ظلم کے یہ طریقے تو شاید ہلاکو اور چنگیز خان نے بھی استعمال نہیں کئے ہوں گے جو دشمن کو ایک وار سے ہی مٹا ڈالتے تھے نہ کہ اس کو معذوری اور مجبوری کی زندگی گزارنے کے لئے چھوڑ دیتے ہوں جب زندگی موت سے بدتر ہو جائے۔ یہ ظلم، یہ جبر، یہ درندگی آج عالمی ضمیر کے لئے ایک ایسا سوالیہ نشان ہے جس کا جلد یا بدیر بہر حال اُسے جواب دینا پڑے گا۔

پاکستان کے عوام کی محبت اپنے مسلمان بھائیوں، بہنوں اور معصوم بچوں کے ساتھ ہمیشہ ہی قائم رہے گی اور یہ دعا ہمیشہ میرے دل سے نکلتی ہے کہ جہاں جہاں بھی مظلوم ولاچار ظلم سہہ رہا ہے خواہ وہ کشمیر ہو یا شام ہو، برما ہو یا فلسطین، میرا پروردِگار ان کے حال پر رحم فرمائے اور اُن کو آزادی

کی نہ ڈھلنے والی صبح دکھائے۔

مگر یہاں ایک ذمہ داری عالمی برادری اور پاکستانی حکام پر بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیر کا مسئلہ حل کروائیں کیونکہ اس کے حل کے بغیر خطے میں پائیدار امن کی 'آشا' نامکمل رہے گی۔

ظلم رہے اور امن بھی ہو !
کیا ممکن ہے، تم ہی کہو !

*****

بھارتی فوج اور دریدہ مقبوضہ کشمیر

فرانس کی ممتاز صحافی سلوی لاسر

جونہی ہم سڑک کے ساتھ ساتھ مڑتی بل کھاتی گلیوں کی طرف قدم اٹھاتے تو اچانک خود کو پتھر کی دیواروں کے درمیان پاتے۔ جس سے پتہ چلتا کہ ان دیواروں سے ملحق اینٹوں سے بنی رہائش گاہیں ایستادہ ہیں۔ جوں جوں ہم بلندی پر جا رہے تھے خوبصورت پہاڑوں کے درمیان شام کے ملگجے میں ڈوبا آزاد جموں وکشمیر کا دارالحکومت، مظفرآباد ہماری آنکھوں کے سامنے آہستہ آہستہ ابھر رہا تھا۔ نیلگوں فضا میں اڑتی رنگ برنگی پتنگوں نے خوبصورت وادی کو اور بھی دلکش بنا دیا تھا۔ ایک چرواہا اپنی بھیڑوں کی رسی پکڑے گزر رہا تھا۔ ہم شہر میں موجود کشمیری مہاجرین کے ایک کیمپ میں پہنچے یہاں اس طرح کے کل دس کیمپ قائم ہیں جہاں تقسیم ہندوستان کے بعد پاکستان اور بھارت کے درمیان پیدا ہونے جانے والے تنازعہ جموں کشمیر کے متاثرین آباد ہیں۔

اس وقت ریاست جموں وکشمیر کے ایک حصے پر بھارت قابض ہے جبکہ دوسرا حصہ جہاں ہم موجود تھے، آزاد جموں وکشمیر کہلاتا ہے جو پاکستان کے زیر کنٹرول ہے۔ دونوں حصوں کو 740 کلومیٹر طویل لائن آف کنٹرول جدا کرتی ہے۔

کہنے کو تو ہم ایک کیمپ میں تھے تاہم یہ شہر کی کسی معروف جگہ کی طرح لگتا تھا۔ حکومت آزاد کشمیر نے ہر خاندان کو اپنا گھر تعمیر کرنے کے لئے جگہ الاٹ کی ہے۔ اب یہ ''کیمپ'' مستقل رہائش گاہوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں اس لئے کہ کوئی نہیں جانتا کہ دونوں ممالک کے درمیان تنازعے کا یہ طوفان کب تھمے گا۔ ان گھروں کی بالکونیوں سے سارے شہر کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ چھتوں پر رکھی ٹینکیاں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ انہیں تازہ پانی اور دیگر سہولیات میسر ہیں۔

البتہ بعض جگہوں پر ترپالیں بھی نظر آتی ہیں جن پر UNHCR (یواین ہائی کمیشن برائے مہاجرین) کی مہر ثبت ہے جو ہمیں اس حقیقت سے آگاہ کرتی ہے کہ یہاں مقبوضہ کشمیر سے ہجرت کرنے والے 142 خاندان بستے ہیں۔

لائن آف کنٹرول پر بھاری تعداد میں افواج تعینات ہیں۔ صدر کلنٹن نے 2000ء میں اسے دنیا کا خطرناک ترین مقام قرار دیا تھا۔ بعدازاں 2004ء میں بھارتی فوج نے یہاں دوہری خاردار تار لگا کر آس پاس بے شمار بارودی سرنگیں بچھا دیں اور اسے تھرمل کیمروں اور نقل و حرکت پر نظر رکھنے والے آلات اور الارم سے لیس کر دیا۔ اس طرح اس متنازعہ پٹی کو عارضی بارڈر میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ بظاہر تو یہ سرحدی لکیر ہے تاہم عالمی سطح پر اسے باقاعدہ بارڈر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ بھارت نے 1948ء میں اقوام متحدہ کی منظور کردہ قرارداد پر کبھی عملدرآمد نہیں کیا جس کے مطابق جموں و کشمیر کے بھارت یا پاکستان سے الحاق کا فیصلہ صرف اور صرف ایک آزاد اور غیر جانبدار استصواب رائے سے ہی ممکن ہے۔

ہم نے 70 ڈگری کی عمودی پہاڑی پر چڑھنا جاری رکھا۔ ایک نوجوان سمیر سے ملاقات ہوئی جو کشمیری مہاجرین کی ایسوسی ایشن کا نائب صدر ہے۔ اس نے بتایا کہ آزاد جموں و کشمیر کی حکومت یہاں کے باسیوں کو یہ اراضی قیمتاً مہیا کرنے کا پروگرام بنا رہی ہے تاکہ مہاجرین واقعی اسے اپنا گھر محسوس کریں۔ بات چیت کرتے ہوئے وہ مجھے ایک مکان میں لے گیا۔ جہاں ایک ایسا خاندان آباد تھا جو یہاں بسنے والے دوسرے خاندانوں کی طرح بہت سارے سانحات سے دوچار ہو چکا ہے۔ عمودی جگہ پر جس ٹیرس میں ہم داخل ہوئے تھے وہاں سے نشیب میں وادی اور پہاڑوں کا نظارہ انتہائی دلکش تھا۔ اپنے مخصوص دیدہ زیب کشمیری لباس میں ملبوس دو ننھی منی بچیاں ہمیں دیکھ رہی تھیں۔ ہمیں آتا دیکھ کر گھر کی خواتین نے خود کو باورچی خانے میں چھپا لیا۔

ایک مضبوط اور طویل القامت شخص، جس کے چہرے سے شفقت نمایاں تھی، نے ہمیں اپنے مہمان خانے میں آنے کی دعوت دی۔ بظاہر مسرور، اس نے سب سے پہلے مجھے اپنی ماں

کے بارے میں بتایا جو دو ہفتے قبل ہی مقبوضہ کشمیر سے آئی تھی۔اس نے بتایا کہ وہ پچھلے 24 سال سے اپنی ماں کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔اسی دوران گلبہار نے اپنی شلوار کا پائنچا اٹھایا اور اپنی مصنوعی ٹانگ میرے سامنے کردی۔اداسی اس کے چہرے سے نمایاں ہونے لگی۔ٹانگ کے مصنوعی حصے کو اتار کر گھٹنے سے اوپر تک کٹی ٹانگ دکھاتے ہوئے بولا: ''لائن آف کنٹرول کو پار کرتے ہوئے میرا پاؤں بھارتی فوج کی بچھائی بارودی سرنگ پر آ گیا تھا۔''

یہ بارودی سرنگیں 1947، ساٹھ و ستر کی دہائی اور معرکہ کارگل کے دوران لائن آف کنٹرول کے ساتھ ساتھ بچھائی گئی تھیں۔اکثر و بیشتر شہری اور کسان ان کا شکار بن جاتے ہیں۔مون سون کی بارشوں اور بھارتی فوج کے پاس ریکارڈ نہ ہونے کے باعث بہت سی مائنز زمین کے اندر ہی ادھر ادھر سرک کر غائب ہو جاتی ہیں۔صرف ضلع پونچھ میں 100 بچوں سمیت 550 افراد ان کی وجہ سے لقمۂ اجل بن چکے ہیں۔Landmine and Cluster Munition Monitor کی ایک رپورٹ کے مطابق تنازعے کے آغاز سے اب تک مائنز اور ERW یعنی جنگی آتشیں مواد سے 3184 لوگ متاثر ہوئے۔ان میں 2004ء سے لائن آف کنٹرول کے بھارتی قبضے والے علاقوں میں مرنے والے 1079 افراد بھی شامل ہیں۔

''نوے کی دہائی کے ابتدائی دنوں میں ، مَیں وہاں سے فرار ہوا'' گلبہار نے ماضی کو کریدتے ہوئے بتایا۔دُکھ اور کرب سے اس کی آواز بمشکل نکل رہی تھی۔

''ہمارے گروپ میں دس افراد تھے۔میرے ساتھ میری بیوی اور ایک بچہ بھی تھا۔دوسرے سات افراد کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہ تھی۔ہم نے ہر قیمت پر وہاں سے بھاگنا تھا۔جونہی ہم نے لائن آف کنٹرول پار کی، میرا پاؤں ایک مائن پر آ گیا'' گلبہار جو پہلی حالت سے باہر آ چکا تھا، ایک لمبی سانس بھرتے ہوئے پھر گویا ہوا:

''بھارتی فوج میرا پیچھا کر رہی تھی۔میں گرفتار ہونے سے بچنے کے لئے اِدھر اُدھر چھپتا پھرتا رہا۔کبھی دوستوں اور کبھی رشتہ داروں کے ہاں پناہ لیتا۔لیکن ہر مرتبہ انہیں میرے قدموں

کے نشان مل جاتے۔آخر کار میں نے محسوس کر لیا کہ اب میرے پاس مقبوضہ کشمیر کو چھوڑنے کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا۔میں اپنی ماں کو بھی الوداع نہ کہہ سکا۔اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ میں کہاں ہوں۔ میں اپنا سر چھپانے کے لئے ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ہمیں لائن آف کنٹرول پر پہنچنے میں دو دن لگے۔ جب میں مائن پھٹنے سے زخمی ہوا تو پاک فوج نے میری دیکھ بھال کی۔انہوں نے اپنے ہسپتال میں میرا علاج معالجہ کیا اور پھر ہمیں مظفرآباد لے آئے۔'' گلبہار کوئی لیڈر تو نہ تھا۔اس کا جرم صرف اتنا تھا کہ اس نے 1990ء کے احتجاجی مظاہروں میں حصہ لیا تھا۔

اس کے برعکس سمیر جو ایک لیڈر تھا، اس نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا: ''ہمارا جرم صرف اتنا ہے کہ ہم نے حق خودرادیت کے لئے آواز اٹھائی۔یہ اقوام متحدہ کی قرارداد ہے، یہ ہمارا حق ہے۔اپنی آزادی کے لئے آواز بلند کرنا کوئی جرم نہیں! یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔اس وقت، بھارتی فوج ہر گھر پر چھاپے مار رہی ہے، نوجوانوں کو زبردستی گرفتار کر رہی ہے، لوگوں کو مار رہی ہے، انہیں جیلوں میں ڈال رہی ہے اور انہیں قتل کر رہی ہے!''

گل بہار نے بتایا: ''آپ لیڈر ہیں یا نہیں، بھارتی فوج کے لئے یہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ہم تحریک کا حصہ تھے اس لیے وہ ہمیں گرفتار کرنے کے لئے آ پہنچے۔''

1987ء کے انتخابات میں بھارتی سرکار کی دھاندلی کے بعد مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں میں، جو آبادی کا 80 فی صد ہیں، غصے کی شدید لہر دوڑ گئی۔وادی میں احتجاجی مظاہروں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جسے بھارتی فوج نے بربریت سے کچل دیا۔20 جنوری 1990ء کو بھارتی فوج نے سری نگر کے گاوکدل (Gawkadal) پل پر مظاہرین پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔یہ قتل عام کشمیری تاریخ میں سیاہ ترین باب کے طور پر محفوظ ہے۔

اس سانحے میں زندہ بچ جانے والوں کی داستانیں بڑی دردناک ہیں۔بھارتی فوجی زمین پر گرے زخمیوں کو قتل کر رہے تھے۔جان بچانے کے لئے پل سے چھلانگ لگانے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پانی نے اپنے دامن میں لے لیا۔سرکاری اعداد و شمار میں صرف 28 افراد ہی قتل کے

زمرے میں لکھے گئے۔ لیکن مختلف ذرائع کے مطابق جاں بحق ہونے والوں کی تعداد 50 سے 287 تک تھی۔ اگلے مہینوں میں کشمیر میں غیر ملکی ذرائع ابلاغ پر پابندی عائد کردی گئی۔ یہ آئندہ کئی برسوں تک کشمیریوں کے لئے تاریک اور ڈراؤنے خواب کی شروعات تھی۔ چھاپے، زبردستی گرفتاریاں، جبری طور پر لاپتہ اور غائب کرنے کے واقعات، تشدد۔۔۔۔ 1987ء اور 1995ء کے دوران 76 ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا جن میں سے صرف دو فی صد کو سزائیں سنائی گئیں۔ (عالمی کرائسز گروپ رپورٹ Kashmir learning from the past 2003)

ایک نوجوان چائے لے آیا۔ ایک ننھی لڑکی بھی دروازے پر نمودار ہوئی۔ وہ دونوں گلبہار کا بیٹا اور بیٹی تھے۔ اس وقت گلبہار کے چھ بچے ہیں جن میں سے آخری پانچ مظفرآباد میں پیدا ہوئے۔

آج کل کتنی رقم سے گزراوقات ہو رہی ہے؟ اس سوال پر گلبہار بولا: ''حکومت پاکستان مہاجرین کو ماہانہ 15 سو روپے فی کس گزارہ الاونس دیتی ہے۔ ICRC (انٹرنیشنل کمیٹی آف ریڈ کراس) کے ساتھ کام کرنے سے قبل میں مصنوعی اعضاء بنایا کرتا تھا لیکن تین سال پہلے یہ منصوبہ اپنے انجام کو پہنچ گیا اور اس وقت میرے پاس کوئی کام نہیں''۔

چہرے کے تیکھے خدوخال والی ایک باوقار بوڑھی عورت کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس نے دیوار کے ساتھ بچھے قالین پر بیٹھنے سے قبل میرا بوسہ لیا۔ ستر سالہ آمینہ، گلبہار کی والدہ ہیں جو دو ہفتے قبل ہی آزاد جموں وکشمیر پہنچی تھیں۔ انہوں نے پہلی بار یہ علاقہ دیکھا تھا۔ ''24 سال سے میں اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لئے ترس رہی تھی۔ جب بھی پاسپورٹ کے حصول کے لئے جاتی میری درخواست رد کردی جاتی۔ اس انکار کی وجہ صرف یہی تھی کہ متعلقہ حکام جانتے تھے کہ میرا بیٹا دوسری جانب (آزاد جموں وکشمیر میں) رہتا ہے۔ میں نے بھی ہمت نہ ہاری۔ میں دوسری جگہ منتقل ہوگئی اور نئے پتے سے پاسپورٹ اور ویزے کے لئے درخواست دے ڈالی۔ اس دفعہ مجھے ویزہ مل گیا۔'' آپ گلبہار سے کس طرح ملیں؟'' میں نے پوچھا۔

''میں بذریعہ بس واہگہ کے راستے پاکستان پہنچی۔ میں نے فوراً اپنے بیٹے کو پہچان لیا۔'' وہ بولی۔

گلبہار بولا: ''ہمارے لئے یہ اتنا بڑا لمحہ تھا کہ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ 24 سال بعد، گلے ملے تو آنکھیں چھلکنا ایک قدرتی امر تھا۔''

بوڑھی عورت بولی: ''میرے پاس دو ماہ کا ویزہ ہے، لیکن میں ایک ماہ مزید قیام کے لئے درخواست ضرور دوں گی''

تب وہ لائن آف کنٹرول کی دوسری طرف (مقبوضہ کشمیر) روانہ ہوجائیں گی اور ممکن ہے پھر کبھی لوٹ کر نہ آسکیں...... ان کے رابطے کا واحد ذریعہ فون ہوگا۔ ہمیشہ کی طرح گلبہار ہی کو رابطہ کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ''صرف پاکستان سے ہی وہ کال کرسکتے ہیں۔ بھارت سے یہاں کال نہیں ہوسکتی۔''

چھوٹی بچی اپنی دادی ماں کے ساتھ چپکی بیٹھی تھی جو اسے صرف دو ہفتے قبل ہی ملی تھیں۔

''آپ کا یہاں مستقل قیام کا ارادہ کیوں نہیں''؟ میرے سوال پر بوڑھی عورت مسکراتے ہوئے بولی:

''وہاں جیل میں میرا ایک بیٹا بھی ہے۔ اس کے علاوہ میرے بھائی اور دوسرے رشتہ دار بھی ہیں...... میں یہاں نہیں رہ سکتی۔''

آمینہ بھی دگرگوں حالات کی چکی سے گزر چکی ہیں۔ اُنہوں نے بتایا: ''میں بیوہ ہوں، میرے تیسرے بیٹے کو بھارتی فوج نے مار ڈالا۔ زندگی کے چار سال میں نے چھپ چھپ کر گزارے۔ جب حالات ذرا بہتر ہوئے تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا دوسرا بیٹا بھی جیل میں ہے۔ صرف ایک دفعہ میں اسے مل سکی۔ کئی دفعہ مجھ سے پوچھ گچھ کی گئی۔ میرا بیٹا (گلبہار) دوسری طرف (آزاد جموں وکشمیر) رہتا تھا! مجھے اپنے پوتے پوتیوں کے بارے میں کوئی خبر نہ تھی۔ اور یہ سب کیونکر ہوا؟ صرف اس لئے کہ ہم نے آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔''

پوچھ گچھ کے دوران کیا کبھی آپ کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔؟

''میں بیان نہیں کر سکتی......میرے پاس الفاظ نہیں......'' گلبہار ماں کے بازوؤں کو دکھاتے ہوئے بولا: ''دیکھئے ان کے بازوؤں کا ایک ٹکڑا لٹک رہا ہے' مسل پوری طرح سے الگ ہو چکا ہے۔''

ماں بولی: ''وہ گلبہار کی جگہ کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔ وہ بار بار یہی سوال دہراتے کہ گلبہار کہاں چھپا ہے۔ میں نے اُنہیں بتایا کہ مجھے اُس کے بارے میں کچھ علم نہیں۔ بھارتی فوج کو کسی کا پاس نہیں تھا۔ انہوں نے کھڑکیاں توڑ دیں۔ دروازوں کو اکھاڑ دیا۔ حتیٰ کہ وہ عمر یا کسی اور چیز کا لحاظ رکھے بغیر بچوں اور عورتوں کو مارتے پیٹتے۔ بھارتی فوج کو ماؤں کی پرواتھی نہ بہنوں کی...... پوچھ گچھ کے دوران انہوں نے ہم سے ایسا سلوک روا رکھا کہ جیسے کہ ہم مرد ہوں۔ ایک دن وہ ہماری ایک ہمسائی کو گرفتار کر کے لے گئے' ہم نے اُسے دوبارہ کبھی نہیں دیکھا۔ یہ 95-1994ء کی بات ہے۔ میں دنیا کو یہ بات بتانا چاہتی ہوں کہ جیسا ہم پاکستان میں محسوس کرتے ہیں' کاش ہم دوسری طرف بھی ایسا ہی محسوس کر سکتے! اگرچہ بھارت جمہوریت کا دعویٰ کرتا ہے مگر وہاں ایسا ہونا ناممکن ہے......''صرف آزادی'' اُس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''دی گارڈین'' میں شائع ہونے والی وکی لیکس کی منکشف شدہ رپورٹ کے مطابق 2005ء میں ICRC نے نئی دہلی میں موجود امریکی سفارتکاروں کو مقبوضہ کشمیر میں بھارتی پولیس اور سکیورٹی فورسز کی جانب سے تشدد کے بڑھتے ہوئے واقعات اور پابندِ سلاسل کئے جانے والے افراد کے سوچے سمجھے قتل کے بارے میں آگاہ کیا تھا۔ مگر انہوں نے اس سلسلے میں چپ سادھے رکھی۔ گارڈین ہی کے مطابق 2001ء اور 2004ء میں ICRC کی ٹیموں نے مقبوضہ جموں و کشمیر کے قید خانوں کا دورہ کیا اور 1296 قیدیوں سے علیحدگی میں ملاقات کی۔ ایسا لگتا تھا کہ 171 قیدیوں سے ناروا سلوک کیا گیا جبکہ 681 کو معلومات اگلوانے کے چکر میں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ (ان میں بہت سے کارکن نہ تھے)۔ قتل اور جبری غائب کرنے کے واقعات بھی بہت بڑی تعداد میں ہیں۔

38 سالہ سمیر بھی دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا تھا۔ وہ رنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کیمپ میں نہیں رہتا بلکہ ایک جاب کے سلسلے میں شہر میں مقیم ہے۔ اُس نے بتایا کہ ''میں مہاجرین کی سماجی اعانت کا نائب صدر ہوں یہاں مقیم بہت سے افراد کی طرح میں بھی 90 کی دہائی میں یہاں پہنچا۔ اُس وقت میری عمر 19 سال تھی۔ میں بھی مقبوضہ جموں وکشمیر سے ہوں۔ میں سری نگر میں رہتا تھا اور تحریکِ آزادی کے آغاز کے وقت میں سٹوڈنٹ لیڈر تھا۔ اس کے فوراً بعد بھارتی حکام نے ہمارے گھروں پر چھاپے مار کر گرفتاریاں شروع کر دیں۔ تمام رہنماء اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب ہم نے پہلے اجتماع کا انعقاد کیا، تو میں وادی کا انتہائی مطلوب شخص بن گیا۔ تین دفعہ میں ان کے ہتھے چڑھتے چڑھتے بچا۔ آخر میں پاکستان (آزاد کشمیر) جانے کے سوا میرے پاس کوئی راستہ نہ بچا تھا۔

وہ انسان نہ تھے، وہ مجھے قتل کر دیتے یا پھر تشدد کا نشانہ بناتے۔ ہر روز سڑکوں پر ہمیں پندرہ سے بیس لاشیں ملتیں۔۔۔۔ کیوں؟ ۔۔۔'' ادھر آپ تقریر کریں، ادھر وہ آپ کا نام نوٹ کر لیتے۔ وہ ہم سب کو جانتے تھے، گرفتار کر لیتے، پہاڑوں پرلے جا کر قتل کر دیتے اور لاش سڑک پر پھینک دیتے۔''

''یہ تمام ہتھکنڈے ہمارا راستہ تو نہ روک سکے البتہ ہمارے دلوں میں بھارتی فوج کے خلاف مزید نفرت اور حق خود ارادیت کے لئے لڑ مرنے کے ہمارے جذبے میں اضافے کا باعث ضرور بنے۔ ہم اپنے بنیادی حقوق کے حصول تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ انہوں نے ہمارے گھر بار تباہ کر دیئے، ہماری خواتین سے بدسلوکی کی اور ہمیں قتل کر رہے ہیں۔۔۔ ظلم و بربریت نے ہمارے جذبوں کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ پچیس سال سے ہم جدوجہد کر رہے ہیں، اگر ہم اپنی منزل حاصل نہ کر سکے، تو ہمارے بچے ہمارے مشن کو جاری رکھیں گے۔ ہمارے خاندانوں پر انہوں نے جو ظلم وستم ڈھایا ہے۔ اسے ہم بھلا نہ پائیں گے اور نہ انہیں معاف کریں گے۔''

''پاکستان کے لوگوں نے گرمجوشی سے ہمیں گلے لگایا۔ جب گلھبار بارودی سرنگ سے زخمی ہوا، پاک فوج نے اپنے ہسپتال میں اچھی طرح اس کی دیکھ بھال کی۔ ایک مرتبہ پھر میں پاکستان کے لوگوں، پاکستان آرمی اور ہماری فلاح و بہبود اور بحالی کے لئے کام کرنے والے اداروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرے بچے حکومت پاکستان کے تعمیر کردہ سکول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ہم وہاں ماہانہ صرف سو روپے کی علامتی فیس ادا کرتے ہیں جبکہ دوسرے بچوں کی فیس پانچ ہزار روپے ہے۔ تدریس کا معیار نہایت عمدہ ہے۔''

''بھارت میں ہندوؤں اور مسلمانوں سے یکساں سلوک رواں نہیں رکھا جاتا اور دنیا بھر میں جمہوریت کا دوسرا چہرہ دکھایا جاتا ہے۔ لیڈرز اپنے وعدے پورے نہیں کرتے، ہمارے حق خودارادیت پر اقوام متحدہ اپنی ہی قرارداد پر عملدرآمد نہیں کرواسکی ہے۔ وہ معصوم لوگوں کو مار رہے ہیں۔ یہ دہشت گردی ہے! ہم یہاں (آزاد کشمیر میں) آزادی سے گھوم پھر سکتے ہیں، یہی ہم چاہتے ہیں۔ کوئی ہمارا تعاقب نہیں کرتا۔ ہم آزاد ہیں!''

میں نے مظفر آباد کے دوسرے کیمپوں میں بھی اسی طرح کی داستانیں سنیں۔ کسی کی بہن کھو گئی، کسی کا بھائی یا ماں نہ ملی۔ کسی کا باپ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا جیسا کہ 33 سالہ یاسمین کے والد کے ساتھ ہوا۔ 90 کی دہائی میں اس نے اپنے والدین کے ساتھ مقبوضہ جموں وکشمیر سے آزاد کشمیر کے لئے رخت سفر باندھا۔ اُس نے بتایا: ''ہم سری نگر کے قریب رہتے تھے۔ میرے والد ٹیلر ماسٹر تھے۔ بھارتی فوج نے میرے والد اور بھائیوں کو گرفتار کر لیا اور کئی روز تک ان سے پوچھ گچھ کرتے رہے۔ ہم شام کے بعد گھروں سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ ہم نے سکول بھی اس وجہ سے چھوڑ دیا کیونکہ ہمارے والدین کو ڈر تھا کہ کہیں بھارتی فوج ہمیں پکڑ کر لاپتہ نہ کردے۔ ایک رات، ہمیں ہنگامی طور پر اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہ تھا حتیٰ کہ سویٹر بھی نہ پہن سکے۔ ہمیں پتہ چلا تھا کہ بھارتی فوج ہمارے گھر پر ریڈ کی تیاری کر رہی ہے۔ اس وقت میں سات سال کی تھی۔ ہم دو دن پیدل چلتے رہے۔ جب ہم کنٹرول لائن کی دوسری

طرف اُڑھمقام پہنچے، ایک خاندان نے ہمیں گلے لگایا۔ ہم نے وہاں ایک سال تک قیام کیا۔ دوسری طرف سے بھارتی فوج مسلسل فائرنگ کرتی رہتی۔ ایک روز ایک شیل میرے والد کو لگا اور وہ شہید ہو گئے۔''

گلبہار اور اُس کے خاندان سے باتیں تو اتنی سنسنی خیز اور دلچسپ تھیں کہ مجھے احساس تک نہ رہا کہ رات کافی ڈھل چکی ہے۔ اُٹھ کر باہر دیکھا تو نیچے وادی اور سامنے پہاڑوں پر روشنی کے قمقمے جگمگا رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ہزاروں ستارے آسمان پر چمک رہے ہوں۔ آج یہ بات سچ ثابت ہو رہی تھی کہ کشمیر کرۂ ارض کی خوبصورت وادیوں میں سے ایک وادی ہے گویا جنتِ ارضی ہے۔

افسوس! یہ تنازعہ اب تک 90 ہزار انسانی جانیں لے چکا ہے۔ اَن گنت انسانی حقوق پامال ہو چکے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر اور بے شمار مسلمانوں کا کوئی اتا پتا نہیں اُن کو آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی۔ کوئی نہیں جانتا۔ APDP کی ایک رپورٹ کے مطابق آٹھ سے 10 ہزار نفوس صرف 1989ء تا 2016ء کی دہائیوں میں غائب ہوئے کشمیریوں میں زیادہ تر تعداد نوجوانوں کی تھی۔ حالیہ برسوں میں گو کہ صورتِ حال بہتر ہوئی ہے لیکن بھارتی افواج کے مسلسل حملوں نے بے چارے کشمیریوں کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ اس سے قبل یہاں 300 کے لگ بھگ عقوبت خانے تھے۔ ان میں 13 تو رسوائے زمانہ تھے جنہیں اب دوبارہ کھول دیا گیا ہے۔ کشمیری نوجوانوں پر یہاں کس طرح کا انسانیت سوز سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ سُن کر روح کانپ اُٹھتی ہے۔ ان عقوبت خانوں کے نام یکے بعد دیگرے ''کارگو، پاپا 2- اور ہری نارا'' بتائے جاتے ہیں۔ ''کارگو'' تو سائبر پولیس سٹیشن میں بدل دیا گیا ہے۔ ''پاپا 2-'' مقبوضہ کشمیر کے سابق وزیر کی سرکاری رہائش گاہ میں انسانیت سوز مظالم کی داستانیں رقم کر رہا ہے۔ 2003ء سے لے کر اب تک نئی دہلی اور اسلام آباد کے درمیان فائر بندی پر عمل کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مقبوضہ کشمیر میں سات اضلاع ایسے ہیں جو مستقل کرفیو کی زد میں ہیں۔

2005ء میں دوستی بس کا آغاز ہوا جس نے بچھڑے ہوئے خاندانوں کو ملانا شروع کیا۔ یہ ہفتے میں ایک دفعہ پیر کے روز چکوٹھی کے راستے مظفرآباد اور سری نگر آتی جاتی ہے۔ لیکن اس میں صرف وہی مسافر سفر کر سکتے ہیں جن کے خاندان 1947ء' 1965ء اور 1971ء کی جنگوں کے دوران بچھڑ گئے تھے۔ اس کے علاوہ خاندانوں کو اول تو بھارتی سرکار پاسپورٹ اور ویزہ ہی نہیں دیتی۔ اگر چاروناچار مل جائے تو کشمیر بس کی بجائے اُنہیں واہگہ کے راستے امرتسر سے لاہور کا سفر کرنا پڑتا ہے۔

اب بھی وادیِ کشمیر بہت بڑی خوفناک جگہ ہے جہاں دنیا کی سب سے بڑی فوج کشی کی گئی ہے۔ سات لاکھ باقاعدہ اور پیراملٹری افواج صرف ایک چھوٹی سی مقبوضہ وادی میں' حد ہے! ابھی حال ہی میں فروری 2016ء کے وسط میں بھارتی فوج نے دو کشمیری طالب علموں کو مظاہرے کے دوران قتل کر دیا۔ ان میں 22 سالہ دوشیزہ شائستہ حمید اور 19 سالہ دانش فاروق میر شامل تھے۔ شائستہ حمید تو مظاہرے میں شریک بھی نہیں تھی۔ وہ اپنے گھر کی بالکونی میں کھڑی تھی کہ اچانک اُسے گولی آن لگی اور وہ موقع پر جاں بحق ہوگئی۔ پوری مقبوضہ وادی میں غصے کی لہر دوڑ گئی۔ اُن کے جنازے میں ہزاروں کشمیریوں نے شرکت کی۔ بھارتی فوج نے اس کا جواب کرفیو کے ایک نہ ختم ہونے والے سلسلے کے ساتھ دیا۔

ہر سال 5 فروری کو پاکستان یومِ یکجہتی کشمیر مناتا ہے۔ جسے مختصراً یومِ کشمیر بھی کہا جاتا ہے۔ پاکستان کے وزیراعظم نواز شریف نے حال ہی میں اعلان کیا کہ مسئلہ کشمیر کو ہر طرح کی عالمی و سفارتی سطح پر اُجاگر کیا جائے گا۔ نواز شریف کے مشیرِ امورِ خارجہ نے بھی اقوامِ عالم پر زور دیا کہ کشمیر اقوامِ متحدہ کی منظور کردہ قراردادوں پر عملدرآمد کرانے کے لئے وہ اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

اب تک ہزاروں خاندان ایک دوسرے سے بچھڑ چکے ہیں۔ آج جب کہ یہ رپورٹ شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ مقبوضہ کشمیر پچھلے 50 دن سے ایک بار پھر سخت ترین دباؤ میں

ہے۔اس کی وجہ سے بھارتی فوج کے ہاتھوں کشمیریوں کے انتہائی مقبول نوجوان رہنما برہان وانی کی شہادت ہے۔17 اگست تک بھارتی بربریت 66 افراد کی جان لے چکی ہے۔4500 نہتے شہری زخمی ہوچکے ہیں جن میں سیکڑوں ایسے ہیں جو اپنی آنکھوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں، بھارتی فوج ایسی رائفلوں اور گولیوں کا استعمال کررہی ہے۔جس کے چھرے آنکھوں اور چہرے میں پیوست ہوکر مستقل اندھا کردیتے ہیں۔

*****

عزم نیا ہر ظلم کے سامنے لائے ہیں

جاوید احمد

اے دنیا کے منصفو، سلامتی کے ضامنو
کشمیر کی جلتی وادی میں
بہتے ہوئے خون کا شور سنو
آزادی کی فضاؤں میں رہنے والو
انسانوں کا حق تسلیم بھی کرتے ہو
اور کشمیر پہ ظلم و ستم کرتے ہیں جو
ان کے لئے کوئی حد ستم نہیں رکھتے ہو
اب چاہے ہمارے گھر نہ رہیں
یا جسم پہ اپنے سر نہ رہیں
ہم پھر بھی کہیں گے آزادی
ہم لے کے رہیں گے آزادی
اے دنیا کے منصفو سلامتی کے ضامنو
کشمیر کی جلتی وادی میں بہتے
ہوئے خون کا شور سنو

ماں کے سا منے تڑپ تڑپ کر بیٹا مرا
بھائی کے سامنے تار تار بہنوں کی ردا
اب خون میں تر پتا پتا، بوٹا بوٹا
اب کشمیر کا ذرہ ذرہ بول پڑا
آزادی کی صدا دیکھو دھرتی کی وفا دیکھو
اے دنیا کے منصفوٗ سلامتی کے ضامنو
کشمیر کی جلتی وادی میں
بہتے ہوئے خون کا شور سنو
رقص لہو کی تال پہ کرتے آئے ہیں
عزم نیا ہر ظلم کے سامنے لائے ہیں
خونِ جگر دے کر ہم پھول کھلاتے ہیں
ارضِ وطن کو ہم جنت سے ملاتے ہیں
ایثار کی ہم حد کر دیں گے
ہر ظلم کو ہم رد کر دیں گے
کشمیر کو لختِ جگر دیں گے
نیلم کو لہو سے بھر دیں گے
اے دنیا کے منصفو، سلامتی کے ضامنو
کشمیر کی جلتی وادی میں
بہتے ہوئے خون کا شور سنو

*****

کشمیر کی تحریک آزادی

برہان وانی کی شہادت کے بعد نئے رجحانات

محمد اشرف وانی

کئی دہائیوں پر محیط مقبوضہ کشمیر کی جدوجہد آزادی میں کئی اتار چڑھاؤ آئے لیکن کشمیری اپنے بنیادی حق، حق خودارادیت کے مطالبے سے نہ کبھی دستبردار ہوئے اور نہ ہی بھارت اور اس کی قابض فوج کے بے انتہا مظالم ان کی آواز دبانے میں کامیاب ہوسکے۔ وقت اور دنیا کے بدلتے ہوئے رجحانات کے ساتھ ساتھ کشمیری عوام نے بھی اپنی تحریک میں کئی نئی جہتیں متعارف کرائیں۔ کبھی یہ جدوجہد سیاسی محاذ تک محدود رہی اور کبھی اس کا دائرہ عسکریت تک بڑھا دیا گیا۔ کبھی عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اس میں دور حاضر کے میڈیا کو استعمال کیا گیا تاکہ بھارتی تسلط کے خلاف اس جدوجہد کو مزید مؤثر اور ثمر آور بنایا جائے۔ اس تحریر میں ہم برہان وانی کی شہادت کے بعد کشمیر کی تحریک آزادی کے حوالے سے رونما ہونے والی کچھ اہم تبدیلیوں پر نظر ڈالیں گے اور یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ تنازعہ کشمیر سے متعلق کون کون سے نئے پہلو کھل کر سامنے آئے اور ان کے کشمیری عوام اور تحریک آزادی پر کیا اثرات پڑے؟

بھارتی بیانیے کی نفی

بھارت کی روزِ اول سے ہی یہ کوشش رہی ہے کہ کشمیر کی تحریک آزادی کو دہشت گردی سے جوڑا جائے اور دنیا کو باور کرایا جائے کہ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ عالمی دہشت گردی کی ہی ایک شکل ہے۔ 9/11 کے بعد بالخصوص بھارت نے زور وشور سے کشمیر میں برپا تحریک آزادی کو دہشت گردی کے طور پر متعارف کرانے کی کوشش کی اور بعض ممالک کو وہ یہ باور کرانے میں

کامیاب بھی ہوا کہ جو کچھ کشمیر میں ہو رہا ہے وہ بیرونی عوامل یا پاکستان کی وجہ سے ہی ہو رہا ہے۔ ان سالوں میں کئی ایسے واقعات اخبارات کی زینت بنے جب مقامی کشمیری نوجوانوں کو سرحد کے قریب لے جا کر پاکستان سے دراندازی کرنے والے دہشت گرد بنا کر فرضی مقابلوں میں شہید کیا گیا تا کہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا سکے۔لیکن برہان وانی کی شہادت اور اس کے ردعمل میں ریاست گیر بھارت مخالف احتجاجوں اور مظاہروں نے ایک بار پھر تمام بھارتی منصوبے خاک میں ملا دیئے ۔ برہان خود بھی مقامی مجاہد تھا اور اس کی پیروی میں تحریک آزادی کی خاطر جدوجہد کرنے والے سارے نوجوان بھی کشمیری ہیں لہٰذا یہ بالکل واضح ہو گیا کہ کشمیر کی موجودہ مزاحمتی جدوجہد مقامی ہے نہ کہ بیرونی مداخلت سے چلنے والی کوئی تحریک ۔اس بات کا اعتراف نہ صرف بھارتی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے کیا بلکہ سرکاری حلقوں میں بھی اس پر بحث رہی۔ بھارت کے کئی مصنفین نے حکومت سے سوال کئے کہ اگر برہان وانی دہشت گرد تھا تو اس کے جنازے میں شرکت کرنے والے لاکھوں کشمیری بھی کیا دہشت گرد تھے؟ بھارتی مؤقف کو بھارتی سول سوسائٹی اور پوری دنیا نے بھی مسترد کر دیا اور اس رائے کا برملا اظہار کیا کہ کشمیر میں جاری تحریک مقامی تحریک ہے۔لہٰذا بھارت کے اس بیانیے کی عمارت کہ کشمیر میں بیرونی مداخلت سے دہشت گردی ہو رہی ہے، دھڑام سے زمین بوس ہو گئی۔اس دوران برہان کی شہادت کے کچھ روز بعد ہی اوڑی حملے کا ڈرامہ رچایا گیا تا کہ بھارت جو حقیقت میں اس فکری محاذ پر عبرتناک شکست کھا چکا تھا، اس کی کچھ بحالی ہو جائے۔میرے نزدیک ستمبر 2016 کے وسط میں ہونے والے اوڑی حملہ کا مقصد اس ناکامی کے اثرات کو کسی نہ کسی حد تک کم کرنا تھا۔جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کشمیریوں کی انتفادہ کو کچلنے کے لئے پیلٹ گن اور گولیوں کے بے جا استعمال اور کشمیریوں پر مظالم کے پہاڑ توڑنے پر بھارت کو عالمی سطح پر غیر معمولی تنقید کا نشانہ بنایا گیا لہٰذا اس تنقید کا رخ موڑنے کے لئے اوڑی حملے کا ڈرامہ رچایا گیا۔ اس کے علاوہ لائن آف کنٹرول اور ورکنگ باؤنڈری پر آئے روز بھارت کی بلا اشتعال فائرنگ بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں تا کہ دنیا کی توجہ

مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالیوں سے ہٹا کر اس طرف مبذول کروائی جائے اور پاکستان کو موردِ الزام ٹھہرا کر اصل مسئلے پر پردہ ڈالا جائے۔

جدوجہد کی نئی نسل میں منتقلی

8 جولائی 2016 کا دن کشمیر کی جدوجہد آزادی کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت سے یاد رکھا جائے گا۔ اس دن بھارتی فورسز کے ہاتھوں معروف نوجوان عسکری کمانڈر برہان مظفر وانی کی اپنے دو ساتھیوں سمیت جنوبی ضلع اسلام آباد کے علاقے میں ماورائے عدالت شہادت سے جدوجہد آزادی کی کئی نئی جہتیں کھل کر منظر عام پر آ گئیں۔ اس دن کو اس تاریخی منتقلی کے نام سے بھی منسوب کیا جائے گا جب بھارتی استعماری تسلط کے خلاف کئی دہائیوں سے جاری جدوجہد کو عملی طور پر ریاست جموں وکشمیر کی چوتھی نسل کے سپرد کر دیا گیا۔ برہان وانی کی شہادت اور اس کے بعد ہونے والے غیر معمولی ردعمل اور رونما ہونے والے ان گنت واقعات نے اس بات پر مہر ثبت کی کہ کشمیری نوجوانوں نے حقیقتاً یہ منصب سنبھالنے کی ذمہ داری لے لی۔ ریاست کی یہ چوتھی نسل، جو بھارتی تسلط کے خلاف برسرِ پیکار ہے، نہ صرف شعوری طور پر ایک اعلیٰ معیار پر فائز ہے بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ بھی ہے اور وہ بخوبی جانتی ہے کہ کس طرح بھارتی تسلط کے خلاف اس تحریک کو حتمی نتیجے تک پہنچایا جائے۔ یہ نسل دنیا کی جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے کشمیریوں کی آواز کو پوری دنیا تک مؤثر انداز میں پہنچا رہی ہے اور کشمیریوں پر ہونے والے مظالم سے دنیا کو باخبر کر رہی ہے اس حقیقت کے باوجود کہ اس مادی دنیا اور معاشی مفادات کے شور میں ان کی آواز ماند پڑ رہی ہے۔

نئی نسل کی بے خوفی

عالمی اور پاکستانی میڈیا میں بھی کشمیری نوجوانوں کی کئی ایسی تصاویر دکھائی گئیں جو سینہ کھولے بھارتی فوجیوں کو للکار رہے ہیں کہ جرأت ہے تو گولی چلا دو۔ مقبوضہ کشمیر میں کئی دہائیوں سے جاری بھارتی مظالم نے کشمیریوں کے دلوں سے خوف کو نکال باہر کر دیا ہے۔ برہان وانی کی

شہادت کے بعد جو سب سے زیادہ رجحان کشمیری نوجوانوں میں پایا گیا وہ یہی ہے کہ انہیں موت کا ڈر نہیں۔ کریک ڈاؤنوں کے دوران، یا کسی مجاہد کے کسی علاقے میں پھنسنے کے وقت آس پاس کی آبادی کا بھارتی قابض فوج کے خلاف سنگبازی میں حصہ لینا اور اپنی جانیں دے کر مجاہدین کی جانیں بچانا اس بات کی واضح دلیل ہے۔ آج کی نوجوان نسل یہ جان چکی ہے کہ وہ ذلت کی زندگی نہیں گزاریں گے اور عزت کی موت کو ہمیشہ ترجیح دیں گے۔ کشمیری نوجوان یونیورسٹیوں، کالجوں اور سکولوں میں کھلے عام بھارتی قبضے کے خلاف نہ صرف تبصرے کرتے نظر آتے ہیں بلکہ اس کے خلاف مظاہرے اور دھرنے منظم کر رہے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں درجنوں ایسے واقعات رونما ہوئے جب قابض بھارتی فوج کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اندر گھس کر آزادی کے حق میں بلند ہونے والی ان آوازوں کو دبانے کی کوششیں کرتی رہی، تاہم وہ بے سود ثابت ہوئیں کیونکہ نوجوان نسل نے بھارتی بندوقوں سے ڈرنا چھوڑ دیا ہے اور آزادی ان کی زندگی کی اولین ترجیح بن چکی ہے۔

تعلیم یافتہ نوجوانوں میں تحریک آزادی کو آگے بڑھانے کا رجحان

کشمیر کی تحریک آزادی کے حوالے سے جو ایک اور انتہائی اہم رجحان ہمیں نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان بھارت کے خلاف جاری جدوجہد میں متحرک ہو گئے اور اپنے حال و مستقبل کی فکر کے بجائے آزادی ان کی اولین ترجیح بن گئی ہے۔ برہان وانی کی شہادت کے بعد اکثر کشمیری نوجوان جنہوں نے اس جدوجہد میں جانیں دیں یا بھارت کے خلاف برسرپیکار ہیں وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ ہمیں ان میں انجینئرز، ڈاکٹرز اور زندگی کے دوسرے اہم شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے نوجوان بھی نظر آ رہے ہیں۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق حال ہی میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی فارغ التحصل ایک کشمیری نوجوان باضابطہ طور پر بھارت کے خلاف عسکری مزاحمتی تحریک کا فعال رکن بن گیا جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کشمیری نوجوانوں میں بھارت کے خلاف نفرت کن حدوں کو چھو رہی ہے۔ پھر بے انتہا بھارتی مظالم کے باوجود، آزادی کا موضوع ہر یونیورسٹی، کالج اور سکول کا اہم موضوع ہوتا ہے جہاں

نوجوان ٹولیوں میں بیٹھ کر اپنے مستقبل کے بجائے آزادی کے بارے میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔ علاوہ ازیں موجودہ جدجہد میں ہمیں ان نوجوانوں کی اچھی خاصی تعدادنظر آتی ہے جو معاشی لحاظ سے آسودہ خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔لہٰذا اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کوئی مشکل نہیں کہ کشمیر میں جاری جدوجہد کسی معاشی مقصد کے لئے نہیں جیسا کہ بعض بھارتی تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ آزادی کے حصول کے لئے ہے۔

عالمی سطح پر مسئلہ کشمیر کے حل کی خاطر اٹھنے والی سنجیدہ آوازیں

اگرچہ موجودہ مادی دنیا میں اصولوں کی پیروی کا نظریہ اپنی معنویت کھو چکا ہے جیسا کہ ہم مسئلہ کشمیر اور فلسطین کے بارے میں عالمی دوغلا پن دیکھ رہے ہیں۔یعنی باوجود اس کے کہ دنیا کے سب سے بڑے ضامن ادارے اقوام متحدہ کی ان مسائل کے بارے میں کئی قراردادیں موجود ہیں لیکن دنیا ان مسائل کی طرف متوجہ نہیں ہورہی۔ وجوہات میرے سامنے دو ہی ہیں ایک یہ کہ دونوں مسائل کا تعلق مسلمانوں سے ہے اور دوسری یہ کہ دنیا کے جو ممالک ان مسائل کو حل کرنے میں معاون ہو سکتے ہیں ان کے سامنے معاشی مفادات زیادہ اہم ہیں، لہٰذا وہ ان مسائل کو حل کرنے کی ہامی نہیں بھر سکتے کیونکہ ان کی عالمی منڈیاں متاثر ہوسکتی ہیں۔اس کے باوجود مسئلہ کشمیر کو دنیا میں نیوکلیئر فلیش پوائنٹ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ 8 جولائی کے واقعے نے ایک دفعہ پھر دنیا کو جھنجوڑ دیا کہ مسئلہ کشمیر کی وجہ سے ایٹمی جنگ چھڑ سکتی ہے جس سے نہ صرف یہ خطہ بلکہ پوری دنیا متاثر ہوسکتی ہے۔لہٰذا بھارت کی لاکھ کوشش کے باوجود کہ دنیا میں مسئلہ کشمیر کے حل کی خاطر آوازیں نہ اٹھیں، بہت سے ممالک نے اس تنازعے کو فوری طور پر حل کرنے پر زور دیا۔خود اقوام متحدہ نے کئی بار پیشکش کی اگرچہ وہ بے معنی رہیں۔امریکہ سمیت کئی ممالک نے اس مسئلے کو پرامن مذاکرات کے ذریعے حل کرنے پر زور دیا۔

کشمیر اور ہندوتوا

بھارت میں نریندر مودی کی بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کے برسر اقتدار آنے سے پہلے تک حکومتوں کا یہی مؤقف رہا ہے کہ بھارت ایک سیکولر اور ڈیموکریٹک ری پبلک ہے۔ اگرچہ بی جے پی اب بھی نیشنل ڈیموکریٹک الائنس میں ہونے کی وجہ سے بظاہر یہی مؤقف اپنائے ہوئے ہے لیکن اس حکومت نے ایسا کوئی موقع نہیں چھوڑا جس سے بھارت کو ہندوتوا اسٹیٹ میں تبدیل نہ کیا جائے۔ بی جے پی کے بھارت میں اقتدار میں آتے ہی غیر ہندو بھارتیوں کے خلاف ہونے والے مظالم نہ صرف بھارت اور خطے بلکہ پوری دنیا کے میڈیا کی خبر بنتے رہے۔ کشمیر کے بارے میں بی جے پی کے عزائم شروع سے ہی واضح تھے۔ پیپلز ڈیموکریٹک پارٹی (پی ڈی پی) کے ساتھ اقتدار میں شرکت اور مسلم اکثریتی اسٹیٹ میں زعفرانی جھنڈے لہرانے کی خواہش بی جے پی کے اندر پہلے سے موجود تھی۔ ہندو جوتشیوں سے کشمیر کی شناخت کو ہندو میتھالوجی سے جوڑنے اور پھر ہندوتوا کا وہاں پرچار کرنے اور آر ایس ایس کو مختلف علاقوں میں اپنی آئیڈیالوجی کے نہ صرف پرچار کرنے بلکہ کھلے عام مارچ کرنے کی حوصلہ افزائی اسی منصوبے کی کڑیاں تھیں۔ لیکن کشمیری سیاسی طور پر بیدار قوم ہیں اور انہیں ہندوؤں کے عزائم کا پہلے سے ادراک تھا۔ برہان کی شہادت کی راہ پر جنم لینے والی وسیع جدوجہد نے بھارتی حکومت کے ان خوابوں کو بھی خاک میں ملا دیا۔ جس طرح 2008 میں امرناتھ شرائن بورڈ کو زمین کی منتقلی کا معاملہ فکری طور پر بیدار کشمیریوں نے بھارت کے منہ پر طمانچے کی طرح مارا اسی طرح بھارت کے کشمیر کو ہندوتوانے کے عزائم بھی خاک میں مل گئے۔ چونکہ برہان کی شہادت کے بعد کشمیریوں نے یکجان ہو کر بھارت کے ہر منصوبے کو ناکام بنایا۔ کشمیر میں شہداء کے جنازے کو سبز ہلالی پرچم سے لپیٹنا یا پھر مظاہروں کے دوران ہلالی پرچموں کو لہرانا دراصل بھارت کے لئے کھلا پیغام ہوتا ہے کہ کشمیری، بھارت اور پاکستان سے زیادہ دوقومی نظریے پر یقین رکھتے ہیں۔

*****

مسئلہ کشمیر۔ پاکستان و انڈیا مثبت سمت کی جانب کیسے بڑھیں؟

فاروق اعظم

پاکستان میں سزائے موت کے منتظر بھارتی جاسوس کلبھوشن یادیو نے اپنی والدہ اور اہلیہ سے ملاقات کے بعد ویڈیو بیان میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ کیا انڈیا اور پاکستان کو سب کچھ بھلا کر کسی مثبت سمت میں جانا چاہیئے یا ایک دوسرے کے خلاف ایسے ہی چلتے رہنا ہے؟ اگرچہ سوال بڑا سیدھا ہے، تاہم اس کے جواب کے لئے گزشتہ پون صدی کی تاریخ کھنگالنی ہوگی، کہ آخر سبب کیا ہے کہ ستر سال گزرنے کے باوجود پاکستان و انڈیا کی باہمی دشمنی ختم نہ ہوسکی۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ دونوں ممالک کے مابین مسلسل تناؤ کی کیفیت کے باعث دونوں کو بے پناہ جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اب بھی بجٹ کا بڑا حصہ جنگی ساز وسامان پر صرف ہوتا ہے۔ پاکستان نے ایٹم بم بھی بحالت مجبوری بنایا تھا۔ اگر انڈیا جنگی جنون میں مبتلا نہ ہوتا اور ایٹمی دھماکے نہ کرتا تو پاکستان کو کیا ضرورت تھی کہ وہ اس جانب پیش رفت کرتا۔

پاکستان اور انڈیا کے مابین تنازعات کی فہرست وقت کے ساتھ طویل ہوتی گئی، تاہم اس فہرست میں اب بھی مسئلہ کشمیر سب سے دیرینہ اور بنیادی ہے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ مسئلہ کشمیر ہی دونوں ممالک کے لئے بہتر تعلقات کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے تو غلط نہ ہوگا، کیوں کہ اس تنازعے نے ہی مزید تنازعات کو جنم دیا ہے۔ مسئلہ کشمیر پر پاکستان و انڈیا تین باقاعدہ جنگیں لڑ چکے ہیں۔ لائن آف کنٹرول اور ورکنگ باؤنڈری پر جھڑپیں اس کے علاوہ ہیں۔ بعض جھڑپوں

کی شدت اور فوجیوں و عام شہریوں کا جانی و مالی نقصان اس قدر زیادہ ہے کہ اسے محدود سطح کی جنگ کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کا سب سے مہنگا اور انتہائی اونچا محاذِ جنگ سیاچن بھی مسئلہ کشمیر حل نہ ہونے کی وجہ سے وجود میں آیا ہے۔ دوسری جانب دونوں ممالک کے درمیان پانی کا مسئلہ بھی تنازعہِ کشمیر کا پیدا کردہ ہے۔ موجودہ وقت میں دریاؤں کی صورت حال اور مقبوضہ کشمیر میں متنازع ڈیموں کی تعمیر کو دیکھتے ہوئے تجزیہ کار یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اگر پاکستان وانڈیا کے درمیان ایٹمی جنگ ہوئی تو وہ پانی کے مسئلے پر ہوگی۔

الغرض کشمیر وہ فلیش پوائنٹ ہے جو دونوں ممالک کو ایک بڑی جنگ کی طرف دھکیل سکتا ہے۔ اس تناظر میں یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کیا تنازعہِ کشمیر کا پرامن حل ممکن ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس قدر گمبھیر نہ تھا، جس قدر بنا دیا گیا۔ 1948ء میں کشمیر پر پہلی پاک بھارت جنگ کے دوران جب یہ قضیہ اقوام متحدہ لے جایا گیا تو سلامتی کونسل کا تین نکاتی فیصلہ یہ تھا کہ فوری جنگ بندی کی جائے۔ کشمیر سے فوجوں کو نکالا جائے۔ کشمیریوں کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے اقوام متحدہ کی نگرانی میں رائے شماری کرائی جائے۔ ان میں سے پہلا نکتہ بھارت کے مفاد میں تھا، لہٰذا اس پر فوری عمل ہوگیا۔ باقی دو نکات مسلمہ ہونے کے باوجود اب بھی عمل درآمد کی راہ تک رہے ہیں۔ بھارت کو ان دو نکات پر عمل درآمد کے لئے مجبور کرنا ہی کشمیر کے مسئلے کا پرامن تصفیہ ہے۔ اگرچہ پاکستان اور بھارت نے 1972ء کے شملہ معاہدہ، 1999ء کے اعلان لاہور اور 2004ء کی اسلام آباد سارک سربراہ کانفرنس کے موقع پر پاک بھارت مشترکہ اعلامیے میں بھی باہمی بات چیت کے ذریعے مسئلہ کشمیر کے حل کا عزم ظاہر کیا تھا، لیکن یہ تمام معاہدے اور اعلامیے بھارت کی روایتی ہٹ دھرمی کے باعث کاغذ کے ایک بے جان ٹکڑے سے زیادہ اہمیت حاصل نہیں کر سکے۔

یہاں یہ ضمنی سوال ابھر سکتا ہے کہ کیا مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے کوئی نئی تجویز کارآمد ثابت ہوسکتی ہے یا پرانے موقف پر ہی کاربند رہا جائے؟ اس تناظر میں سابق صدر اور آرمی چیف جنرل (ر) پرویز مشرف

2004ء میں چارنکاتی کشمیر فارمولا پیش کرچکے ہیں۔ جس میں ریاست جموں و کشمیر کو سات ریجنز میں تقسیم کرکے وہاں سے فوجوں کی مرحلہ وار واپسی اور اس کے انتظامات پاکستان اور بھارت کو مشترکہ طور پر سنبھالنے کی بات کی گئی تھی۔ پرویز مشرف کا اس فارمولے کے متعلق کہنا ہے کہ تنازعہِ کشمیر کا یہی بہتر حل تھا، جس سے من موہن سنگھ بھی متفق تھے۔ تاہم بزرگ حریت رہنما سید علی گیلانی نے اس فارمولے کو مسترد کرتے ہوئے اسے تنازعہِ کشمیر پر اپنے اصولی مؤقف سے انحراف قرار دیا تھا۔ غور طلب پہلو یہ ہے کہ جس ہندوستان کی تقسیم کو برصغیر کے قضیے کا واحد حل قرار دیا گیا تھا، اب وہاں دو متحارب ممالک مشترکہ طور پر ایک ریاست کے انتظامات کیسے سنبھال سکتے ہیں؟ بالفاظ دیگر پون صدی قبل تقسیم ہند ناگزیر سمجھی گئی، لیکن اب چارنکاتی فارمولے کے تحت پاکستان اور بھارت کو ایک متنازع ریاست کا مشترکہ والی بنانا ہی بہتر حل تصور کیا گیا، جہاں بننے والے سات ریجنز بھی مذہبی تقسیم کی بنیاد پر ہوں۔ ہمارے نزدیک کشمیر کا پرامن حل کشمیریوں کو حق خودارادیت دینے سے ہی ممکن ہے، جس کا تقاضا اقوام متحدہ کی قراردادیں بھی کرتی ہیں۔ موجودہ حالات میں کشمیریوں کو حق خودارادیت دینے کی خاطر ریاست کشمیر کو غیر فوجی خطہ بنانا مثبت سمت کی جانب پہلا قدم ہوگا۔ کشمیر سے فوجوں کی واپسی کے لئے پاکستان تعاون پر تیار ہے۔ گزشتہ برسوں میں پاکستان کے وزرائے اعظم اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سمیت ہر فورم پر یہ مطالبہ دہرا چکے ہیں، تاہم انڈیا اس پر عمل درآمد کے لئے آمادہ نظر نہیں آتا۔ دراصل فوجوں کی واپسی کا مطلب انڈیا کے نزدیک کشمیر سے دستبردار ہونا ہے۔ یقیناً کلبھوشن یادیو کے سوال کا جواب مل گیا ہوگا کہ مثبت سمت کی جانب چلنے میں رکاوٹ کون اور کیوں بن رہا ہے۔

یہاں ایک نظر مسئلہ کشمیر کے بنیادی فریق کشمیری قوم پر بھی ڈالتے ہیں کہ موجودہ صورت حال میں ان کی تحریک کن مراحل سے گزر رہی ہے۔ کشمیر کی تحریک آزادی نے کئی موڑ دیکھے ہیں۔ سیاسی جدوجہد، عسکری جدوجہد، احتجاجی تحاریک، تاہم تحریک کی موجودہ لہر نے گزشتہ تمام تحریکی مرحلوں پر سبقت حاصل کرلی ہے۔ وہ چاہے 2008ء کی شرائن بورڈ تحریک ہو یا 2010ء

کی جموں کشمیر چھوڑ دو تحریک۔ جولائی 2016ء میں برہان مظفر وانی کی شہادت کے بعد تحریک آزادی میں آنے والی تیزی نے انڈیا کو حواس باختہ کر دیا ہے۔ ہر طبقۂ فکر کے افراد سڑکوں پر ایک ہی نعرہ لگا رہے ہیں کہ ''لے کے رہیں گے آزادی، چھین کے لیں گے آزادی''۔ چشم فلک نے وہ منظر بھی دیکھا کہ اسکول و کالج کی طالبات بھی سڑکوں پر انڈین فورسز کا بے خوف وخطر مقابلہ کر رہی ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق برہان مظفر وانی کی شہادت 8 جولائی 2016ء سے جنوری 2018ء تک مقبوضہ کشمیر میں 172 افراد جام شہادت نوش کر چکے ہیں، جب کہ زخمیوں کی تعداد 20767 ہے۔ اسی طرح پیلٹ گن سے زخمی افراد کی تعداد 8353 ہے۔ اس ڈیڑھ سال کے عرصے میں تحریک آزادی کے دوران گرفتار کشمیریوں کی تعداد 18876 سے تجاوز کر چکی ہے، تاہم اس کے باوجود تحریک آزادی بجائے سرد پڑنے کے مزید قوی ہوتی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تجزیہ کاروں نے انڈین فورسز کے لئے روز بہ روز بڑھتی مشکلات کو دیکھتے ہوئے برہان وانی کی شہادت کے بعد کا عرصہ انڈیا کے لئے مشکل ترین دور قرار دیا ہے۔

اس پس منظر میں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ کشمیریوں کی تحریک آزادی کو روکنے کے لئے کیا انڈیا کے پاس مزید کوئی آپشن باقی رہ گیا ہے؟ اب تک جبر کے تمام حربے آزمائے جا چکے ہیں، چاہے وہ فورسز کے ذریعے طاقت کا وحشیانہ استعمال ہو یا کالے قانون 'افسپا' (Armed Forces Special Powers Act) کا سہارا۔ حریت قیادت کے لئے قید و نظر بندی کی صعوبتیں ہوں یا پرامن کشمیری مظاہرین پر پیلٹ گن کا استعمال۔ اگر ان تمام حربوں اور چالوں کے باوجود کشمیریوں سے آزادی کا نعرہ چھینا نہیں جا سکا اور وادی میں لہراتے سبز ہلالی پرچم لپیٹے نہیں جا سکے تو انڈیا کو جان لینا چاہئے کہ مزید طاقت کے استعمال سے بھی کشمیریوں کو زیر نہیں کیا جا سکتا۔ قابل افسوس بات یہ ہے کہ انڈیا ایک عرصے سے گمراہ کن پروپیگنڈے کے ذریعے مقبوضہ کشمیر میں بننے والی صورت حال کا ذمے دار پاکستان کو ٹھہرا رہا ہے۔ گزشتہ برسوں میں پٹھان کوٹ، اوڑی کیمپ حملے سمیت تمام کارروائیوں میں پاکستان کو مورد الزام ٹھہرانے کی

ہر ممکن کوششیں کی گئیں اور اس کے لئے عالمی سطح پر بھرپور پروپیگنڈہ بھی کیا گیا، تاہم ثبوت یا شواہد دینے میں بھارت اتنا ہی ناکام ہے، جتنا اس کے لئے الزام لگانا آسان۔ انڈیا کا الزام ہے کہ کشمیری پرامن ہیں، حالات پاکستان خراب کر رہا ہے۔ کشمیریوں نے اپنی موجودہ تحریک سے انڈیا کے اس پروپیگنڈے کو مسترد کر دیا ہے۔ بہتری اسی میں ہے کہ انڈیا الزام تراشی اور کشمیریوں کو کچلنے کی پالیسی پر کاربند رہنے کے بجائے کشمیریوں کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے انہیں استصواب رائے کا حق دے۔

ان حالات میں پاکستان کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ دہشت گردی کے الزامات پر معذرت خواہانہ رویہ اپنانا ترک کر دے اور انڈیا پر دباؤ بڑھانے اور عالمی رائے عامہ کو اس جانب متوجہ کرنے کے لئے خارجہ ڈیسک کو متحرک کرے۔ یہاں ہم اپنی اس رائے کو ایک بار پھر دہرائیں گے کہ کشمیر کمیٹی کو وزارت خارجہ میں ایک علیحدہ بلاک کا درجہ دیا جائے، جو عالمی سطح پر کشمیر کے لئے لابنگ کرے۔ اس کے سربراہ اور اراکین بھی رکن اسمبلی کے بجائے ماہرین کو مقرر کرنا چاہئے۔ وہ ریٹائرڈ جرنیل، سابق جج، ٹیکنوکریٹ یا پھر خارجہ امور میں مہارت رکھنے والے سیاستدان بھی ہو سکتے ہیں۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی برائے کشمیر جو 1993ء سے قائم ہے، جس کا مقصد دنیا کے سامنے مسئلہ کشمیر کو اجاگر کرنا اور اپنی سفارشات پیش کرنا تھا۔ اب اس کا کام محض چند رسمی اجلاس کا انعقاد اور مذمتی بیانات تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ ہمارے اربابِ اقتدار کو جان لینا چاہئے کہ کسی تحریک کے لئے 71 برس کا عرصہ کم نہیں ہوتا۔ اگر اب بھی ہم مسئلہ کشمیر پر محض وقت گزاری سے ہی کام لیں گے تو یاد رکھیں کہ آئندہ نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔

*****

مقبوضہ کشمیر میں قبرستان کی سی خاموشی ہے

عفت حسن رضوی

سری نگر کے جہانگیر چوک سے شوپیاں کے میدانوں میں یہاں وہاں بکھرے گاؤں دیہاتوں تک، موت کا سا سناٹا، قبرستان کی سی خاموشی تھی، سڑکیں اجاڑ پڑی تھیں اور رہائشی علاقوں کے مکین مارے خوف کے اپنے گھروں کی کھڑکیوں کے کواڑ بھی بند کیے بیٹھے تھے۔ سب کسی انہونی کے ہو جانے پر حیران و پریشان تھے۔ مگر داغ دل کہتے بھی تو کس سے؟ مقبوضہ کشمیر کو قابض حکومت نے ایک قید خانے کے پنجرے کی طرح بنا رکھا ہے جہاں پرندوں کے پھڑ پھڑانے کی سزا پنجرے کی سلاخوں سے ٹکرا ٹکرا کر زخمی ہو جانا ہے۔

یہ جو کچھ آپ نے ابھی پڑھا، یہ میری انشا پردازی کا شاہکار ہے نہ کسی غمزدہ فلم کا سکرپٹ، یہ نہ کسی ڈرامے کے ڈائیلاگ ہیں اور نہ یہ کسی غمناک ناول سے اقتباس ہے۔ یہ مقبوضہ کشمیر کی حقیقت ہے، یہ مقبوضہ وادی کے آج کا سچ ہے جسے کسی اور نے نہیں بلکہ چار بھارتی سماجی کارکنوں نے بیان کیا ہے۔

بھارت نے 5 اگست کو مقبوضہ کشمیر کی بھارتی آئین میں جداگانہ حیثیت کے آرٹیکل 370 اور 35A کو ختم کیا۔ یوں کشمیریوں کی زمین، وسائل اور ان کی زندگیوں پر قابض ہونے کے نئے دروازے کھول دیئے گئے، بھارت کو خوب اندازہ تھا کہ کشمیری ذہنی طور پر ایک بیدار اور باشعور قوم ہے، وہ بھارتی اقدام پر واہ واہ نہیں بلکہ واویلا مچا دیں گے۔ مودی حکومت نے آئینی اقدام اٹھانے سے پہلے ہی مقبوضہ علاقے یعنی جموں و کشمیر پر غیر اعلانیہ کرفیو نافذ کر دیا، غیر ملکی سیاحوں کو مقبوضہ علاقے سے نکالا گیا اور بھارتی شہریوں کو بھی جلد کشمیر چھوڑنے کی ہدایت کی۔ کشمیریوں کو بس سانس لینے کی آزادی دی گئی باقی تمام آزادی سلب کر لی گئی۔

بھارتی میڈیا دنیا کو بتانے لگا کہ آئینی حیثیت کی تبدیلی پر کشمیری خوشی سے شادیانے بجا رہے ہیں، جب مودی سرکار دنیا کو رائزنگ انڈیا کے ترانے سنا رہی تھی اور برکھا دت جیسی دوغلی بھارتی صحافی بھی پرامن خوشحال کشمیر کے گن گا رہی تھی تب ''ہرفرعون راموسیٰ'' کی مانند چار بھارتی سماجی کارکن اٹھے اورانہوں نے مودی کی لیپاپوتی کا پردہ چاک کیا۔

یہ ''کشمیر کیجڈ''، یعنی ''سلاخوں میں قید کشمیر'' نامی اک رپورٹ تھی جس نے دنیا کو بھارتی جمہوریہ کا آدم خور چہرہ دکھایا، یہ بیلجیئم نژاد بھارتی معیشت دان جین ڈریز، آل انڈیا ڈیموکریٹ ویمن ایسوسی ایشن کی موہینہ ملا، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کی کویتا کرشنان اور سماجی کارکن ول بھائی پر مشتمل فیکٹ فائنڈنگ مشن تھا جس نے 9 سے 13 اگست تک کرفیو کے دوران مقبوضہ کشمیر کے سری نگر سے دوردراز گاؤں دیہاتوں تک کا دورہ کیا، یہ چار بھارتی سماجی ایکٹوسٹ آرٹیکل 370 کے خاتمے کے بعد مقبوضہ کشمیر کے سیکڑوں افراد سے ملے، کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ اس فیکٹ فائنڈنگ کمیشن نے کیا نتیجہ نکالا؟ یہ چاروں افراد کہتے ہیں کہ ''کشمیر میں گزارے 5 دنوں میں ہم کئی سو کشمیریوں سے ملے، ہم کشمیری مسلمانوں، پنڈتوں، تاجروں، طالب علموں، گھر بیٹھی عورتوں اور بچوں سے ملے مگر بھارت کی حمایت کرنے والا کوئی ایک شخص بھی نہیں ملا۔''

''کشمیر کیجڈ'' کی رپورٹ کہتی ہے کہ بھارتی فورسز نے مظالم کی انتہا کر رکھی ہے یہ کشمیر دشمنی میں اس حد تک چلے گئے ہیں کہ دس سال سے کم عمر بچوں کو بھی گرفتار کر رہے ہیں، اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے کشمیری کو بھی پیلیٹ گن سے زخمی کر رہے ہیں۔ وادی میں ہر جانب خوف کے مہیب سائے ہیں اور لوگ قابض بھارتی فوجیوں کے مظالم کے ڈر سے گھروں میں مقید ہیں۔ اس وقت مقبوضہ کشمیر ایک بہت بڑی اور دشوار ترین جیل بن چکا ہے جہاں نہتے کشمیری گھروں میں محصور ہیں، بچے بھوک سے بے حال ہیں، وادی میں راشن، غذا اور ادویات کی کمی ہے زندگی تنگ ہے پھر بھی بھارتی استبداد کے سامنے کشمیری ڈٹ گئے ہیں۔

مودی حکومت نے خوب جعلی پینٹ کرنے کی کوشش کی کہ کشمیر میں حالات معمول پر ہیں مگر

''کشمیر کیجڈ'' کی رپورٹ تو کچھ اور ہی احوال سناتی ہے، بتایا گیا کہ کرفیو اور لاک ڈاؤن سے کشمیریوں کو ڈرایا جا رہا ہے، سری نگر، کپواڑہ، بڈگام، پلواما، اننت ناگ، پامپور اور پونچھ میں ہزاروں قابض فوجی گشت کر رہے ہیں، علاقے میں کشمیری مکینوں سے زیادہ فورسز کے اہلکار موجود ہیں، کرفیو میں نرمی ہو تو گنے چنے افراد باہر نکلتے ہیں جو خوف کے مارے جلد گھروں میں چلے جاتے ہیں۔

بین الاقوامی میڈیا رپورٹ کر رہا ہے کہ مقبوضہ وادی میں انٹرنیٹ مسلسل بند ہے، کشمیری اخبارات کو چھپائی کے لئے کاغذ نہیں دیا جا رہا، بھارتی اور بین الاقوامی میڈیا کے نمائندوں کو مخصوص علاقوں تک بھارتی فوج کی زیر نگرانی رپورٹنگ کی اجازت ہے۔ بھارت حالات سے اتنا ڈرا ہوا ہے کہ تمام حریت پسند رہنما تو مسلسل نظر بند ہیں ہی مگر بھارت نواز کشمیری رہنماؤں کو بھی نظر بندی کا سامنا ہے۔

کشمیر کیجڈ رپورٹ میں بیان کردہ حالات اصل مشکلات کا عشر عشیر بھی نہیں مگر ذرا سوچیں کہ ایسے زبان بندی، نظر بندی بلکہ یوں کہہ لیں کہ زندگی بندی کی اس گھٹن میں بھی آزادی کے دیوانے کشمیری حریت کا علم بلند کر رہے ہیں، ہزاروں کشمیری جلوس نکال رہے ہیں، بھارتی جارحیت کے باوجود نہتے ہی اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

بین الاقوامی نشریاتی ادارے یہاں تک کہ خود بھارت کے آزاد اور غیر متعصب صحافی اور سول سوسائٹی کے افراد چیخ چیخ کر دنیا کو بتا رہے ہیں کہ ہزاروں کشمیری سڑکوں پر ہیں، ہزاروں جوان بھارتی فورسز نے گرفتار کر لئے ہیں، پیلیٹ گنز کی فائرنگ سے سیکڑوں کشمیری زخمی ہیں، لاکھوں کشمیری شدید غم و غصے میں بھارت کے خلاف بھرے بیٹھے ہیں۔

جن پر اللہ کی زمین اور زندگی تنگ کی گئی وہ کشمیری تو حریت پسندی، حسینیت اور حق پرستی کی لاج رکھ رہے ہیں۔ مگر یہ نہتے کشمیری دنیا کے اجتماعی شعور کے لئے اک سوال اٹھا رہے ہیں کہ آج کشمیر میں بندوق کی نوک پر قبرستان کی سی خاموشی ہے مگر نام نہاد انسانیت پسند اپنی خاموشی کب توڑیں گے؟

*****

مقبوضہ کشمیر میں آرٹیکلز 370 اور A-35 کا خاتمہ۔ بھارتی فسطائی ہتھکنڈہ

شمیم اختر

1950ء میں بھارت نے آرٹیکل 370 اور 1954 میں آرٹیکل A-35 لاگو کر کے کشمیر کو ایک خصوصی حیثیت دی۔ جس کو مودی حکومت نے 5 اگست 2019 کو ختم کر کے نہ صرف کشمیریوں کے حقوق سلب کرنے کی سازش کی ہے بلکہ پورے خطے میں انتشار کی بنیاد رکھ دی ہے۔ مودی حکومت نے آرٹیکل 370 اور A-35 کو ختم کرتے ہوئے ریاست کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا اعلان کیا۔ اس متنازعہ اور مذموم فیصلے سے جموں و کشمیر اب ریاست نہیں بلکہ وفاقی علاقہ کہلائے گا جس کی اپنی قانون ساز اسمبلی ہوگی اور لداخ کو وفاق کے زیر انتظام علاقہ قرار دیا جائے گا جسے قانون سازی کا حق نہیں دیا گیا۔ بھارتی وزیر داخلہ امیت شاہ نے راجیہ سبھا (پارلیمینٹ) میں کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کرنے کا بل پیش کیا۔ آئین کی شق 370 کو پہلے بل کے ذریعے راجیا سبھا میں ختم کیا گیا۔ پھر صدارتی حکم کے تحت بھارتی آئین کے آرٹیکل 35A کو ختم کر کے کشمیر کو باقاعدہ ہندوستان میں ضم کرنے کی گھناؤنی حرکت کی گئی۔ اس کے بعد مقبوضہ کشمیر میں دفعہ 144 نافذ کر دی۔ بھارت کے اس اقدام سے کشمیری تو سراپا احتجاج ہیں ہی مگر اس بار دنیا نے بھی ان کا بھرپور ساتھ دیا ہے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا ہنگامی اجلاس اور دنیا بھر کے بڑے بڑے شہروں میں بھارتی حکومت کے اس اقدام کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا بلکہ وہاں کی عوام نے کشمیریوں کے ساتھ بھرپور انداز میں اظہار یکجہتی کیا جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انہیں اس مسئلہ کی شدت کا نہ صرف اندازہ ہے بلکہ اس حقیقت کو آشکار کرنا ہے کہ یہ ایک

متنازعہ مسئلہ ہے جسے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق ہی حل ہونا ہے۔ بھارت کا کوئی اقدام اس حوالے سے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ مودی نے یہ قدم اٹھا کر نہ صرف بھارت کے حصے بخرے کرنے کی بنیاد رکھ دی ہے بلکہ دنیا کے امن کو شدید خطرے سے دوچار کر دیا ہے۔

آرٹیکل 370 اور A-35 کیا ہیں؟

آرٹیکل 370 کے تحت ریاست جموں و کشمیر کو وفاق میں ایک خصوصی حیثیت حاصل تھی۔ مقبوضہ کشمیر کو اپنا آئین بنانے کی اجازت تھی اور متعدد معاملات میں بھارتی وفاقی آئین کا نفاذ جموں و کشمیر میں نہیں ہوتا ہے۔ ریاست کا دفاع، امور خارجہ اور بیرون ملک سفر ہندوستان کے ذمہ ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان ریاست جموں و کشمیر کے کسی آئینی معاملے کو چیلنج کرنے یا ریاست کے حوالے سے قانون سازی کا مجاز نہیں ہے۔

آرٹیکل A-35 کے مطابق مقبوضہ کشمیر میں کشمیریوں کے سوا بھارت کا کوئی بھی شہری یا ادارہ جائیداد نہیں خرید سکتا اور ریاست جموں و کشمیر میں صرف ریاستی باشندے ہی مستقل رہائش رکھ سکتے ہیں۔ غیر ریاستی باشندے جموں و کشمیر میں جائیداد نہیں خرید سکتے، نہ ووٹ دے سکتے ہیں اور نہ ہی روزگار حاصل کر سکتے ہیں۔ آرٹیکل 35A کی مزید وضاحت کرتے ہوئے دانش ارشاد اپنے ایک تحقیقی مضمون میں لکھتے ہیں کہ آرٹیکل A-35 دراصل اسی قانون کی توثیق تھی جو ڈوگرہ مہاراجہ ہری سنگھ نے اپنے ذاتی اور سیاسی مفاد کے پیش نظر 1927 میں کئی وجوہات کی بنا پر لاگو کیا تھا - ایک وجہ یہ تھی مشرقی پنجاب کے زمیندار کشمیری لڑکیوں سے شادیاں کر کے زمینوں کے مالکانہ حقوق مانگتے تھے۔ دوسری وجہ سرکاری نوکریوں میں پنجابی اور دیگر غیر ریاستی باشندوں کا غلبہ ہوتا جا رہا تھا اور تیسری اہم وجہ مہاراجہ کو یہ خوف تھا کہ کہیں برطانوی افسران کشمیر کے خوشگوار اور حسین فطری نظاروں کی بناء پر مستقل رہائش اختیار نہ کر لیں۔

دفعات کے خاتمے سے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

آئین 370 اور A-35 کی منسوخی سے مقبوضہ کشمیر کی تاریخی، جغرافیائی اور مذہبی

صورتحال یکسر بدل جائے گی۔ مقبوضہ کشمیر کی مسلم اکثریتی حیثیت ختم ہو جائے گی اور وہاں غیر مسلموں اور غیر کشمیریوں کو بسایا جائے گا جو کہ کشمیریوں کے ساتھ ایک بہت بڑا دھوکا ہے۔ کشمیر میں آباد مسلم کشمیریوں کا مستقبل غیر یقینی کا شکار ہو جائے گا۔ بھارتی آئین کی اس شق کے ختم ہونے سے فلسطینیوں کی طرح اب کشمیریوں کا بھی بے وطن ہو جانے کا خدشہ پیدا ہو گیا ہے کیونکہ کروڑوں کی تعداد میں غیر مسلم کشمیر میں آباد ہو جائیں گے جوان کی زمینوں، وسائل اور روزگار پر قابض ہو جائیں گے۔ غاصب بھارت ہمیشہ سے یہی چاہتا تھا۔ مقبوضہ کشمیر میں مسلم تعداد کم کی جائے یا پھر وہ ہندو مذہب اختیار کر لیں۔ جب ہر طرف سے ناکام ہوا تو اس نے مقبوضہ کشمیر کی خصوصی حیثیت تبدیل کرنے کی گھناؤنی چال چلی ہے۔

جموں وکشمیر پر بھارتی تسلط کو قانونی بنانے والے آرٹیکل 370 یا 35A کو پاکستان نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔ اب بھارت نے خود ہی اس کھوکھلے بہانے کو ختم کر دیا ہے۔ بھارت مقبوضہ کشمیر پر اپنے قبضے کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے ہر قسم کی فسطائی اور آمرانہ حربے استعمال کر رہا ہے تاکہ کشمیر پر غاصب بھارت کی بالادستی قائم رہے۔ بھارتی ظلم اور سفاکیت کے خلاف کشمیری عوام اور پاکستان کی مزاحمت جاری ہے اور آزادیِ کشمیر تک جاری رہے گی۔

*****

کشمیر کی آزادی۔اب یا کبھی نہیں

محمود شام

5اگست کی صبح مقبوضہ کشمیر میں 72 سال سے غاصب بھارت کا جبر سہتے کشمیری سوکر اٹھے تو دنیا بدل چکی تھی۔ موبائل فون دم توڑ چکے تھے۔ ٹیلی فون کی زمینی لائنیں کاٹ دی گئی تھیں۔ انٹرنیٹ کے رابطے منقطع ہو چکے تھے۔ اچانک اسپتال پہنچنے والے نہ اپنی علالت کی اطلاع دے سکتے تھے نہ کسی نومولود کی آمد کی خوشی میں کسی کو شریک کر سکتے تھے۔

سڑکوں پر بھارتی فوج کے بوٹوں کی دھمک فضا میں مزید خوف و ہراس پھیلا رہی تھی۔

جنوبی ایشیا میں ایک اور سیاہ دن اندھیرے اُگل رہا تھا۔

1947 میں بھی 15 اگست ایسی ہی ظلمتیں لے کر وارد ہوا تھا۔ 72 سال سے کشمیر کے مظلوم اور مجبور مسلمان شہری مسلسل جدوجہد میں محو ہیں۔ جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔

26 اکتوبر 1947 کو مہاراجہ ہری سنگھ نے تقسیم ہند کے تمام اصولوں اور قواعد کی مخالفت کرتے ہوئے بھارت سے الحاق کا اعلان کر دیا۔ جسے کشمیر کی مسلمان اکثریت نے کبھی بھی قبول نہیں کیا۔ 1953 میں بھی اگست کی ایک رات اس طرح سب کچھ بدل گیا تھا۔ شیخ عبداللہ اور ان کے بہت سے ساتھی نظر بند کر دیئے گئے تھے۔ حالانکہ شیخ عبداللہ تو دو قومی نظریے کی مخالفت کرتے تھے۔ مہاراجہ ہری سنگھ کی طرف سے الحاق کی بھی حمایت کر رہے تھے۔

تاریخ عالم کے اوراق گواہ ہیں کہ مقبوضہ کشمیر میں ہونے والی جدوجہد آزادی اس وقت تک سب سے طویل جنگ حریت ہے۔ نسل در نسل یہ تگ و دو جاری ہے۔ سر کٹ رہے ہیں۔ جانیں نثار ہو رہی ہیں۔ بھارت کے تسلط کو ان سات دہائیوں میں کسی نسل نے بھی قبول نہیں کیا۔

1989 سے کشمیر میں آزادی کی جدوجہد نے دوبارہ شدت اختیار کی۔ 1990 کی دہائی سے بھارت نے 7 لاکھ فوج کشمیریوں کی آواز دبانے کے لئے کشمیر کی وادی میں متعین کی جس میں اضافہ ہوتا رہا۔ بار بار کرفیو نافذ ہوتا ہے۔ کبھی گورنر راج۔ کبھی صدر راج۔ لیکن یہ شعلہ بجھنے نہیں پاتا۔ یہ جذبہ سرد نہیں ہوتا۔

بھارتیہ جنتا پارٹی اکھنڈ بھارت کی پرچارک ہے۔ وہ بھارت کی واحد مسلم اکثریتی ریاست پر اپنے غاصبانہ قبضے کو آئینی تحفظ دینے کا دعویٰ کرتی رہی ہے۔ بھارت کے وزیراعظم نریندر مودی نے حالیہ الیکشن سے قبل ہی یہ ارادہ ظاہر کیا تھا۔ امریکی میڈیا کا یہ خیال ہے کہ مودی نے اس سال اپنے یوم آزادی یعنی 15 اگست 2019 کو یہ اعلان کرنا تھا۔ لیکن پاکستان کے وزیراعظم عمران خان سے جب وائٹ ہاؤس میں امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے کشمیر کے معاملے میں ثالثی کی پیشکش کی اور یہ کہا کہ بھارتی وزیراعظم نے بھی ان سے کشمیر کے مسئلے پر کچھ کرنے کے لئے درخواست کی تھی۔ اس اعلان سے وزیراعظم مودی کو جو سیاسی دھچکا لگا اس کا جواب دینے کے لئے دس روز پہلے یہ کارروائی کر دی گئی۔ بھارت کے وزیراعظم نے اقوام متحدہ کے تمام اعلانات کو روندتے ہوئے اپنے سابق وزرائے اعظم کے وعدوں کو سپرد خاک کرتے ہوئے جمہوریت کی بساط حقارت سے الٹتے ہوئے اپنے ہی آئین کے آرٹیکل 370 کو منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا۔ بھارت کی غاصب حکومت کو کشمیری عوام کی طرف سے انتہائی سخت مزاحمت کا اندازہ تھا۔ اس لئے کئی دن پہلے سے مزید کئی ہزار مسلح فوجی کشمیر پہنچا دیئے گئے۔ جدوجہد آزادی کی قیادت کرتی سبھی ممتاز شخصیتیں پابند سلاسل کر دی گئیں۔ راتوں رات 4000 سے زیادہ سرگرم مسلمان سیاسی کارکنوں کو پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار کر کے کشمیر سے باہر جیلوں میں منتقل کر دیا گیا۔ کیونکہ کشمیر کی جیلیں پہلے ہی آزادی کے متوالوں سے بھری ہوئی تھیں۔ اکیسویں صدی رابطوں کی صدی ہے۔ جدید ترین آلات اور وسائل دنیا کو آپس میں مربوط کئے ہوئے ہیں۔ بھارت کے انتہا پسند وزیراعظم اور ان کے شدت پرست ساتھیوں نے انٹرنیٹ، موبائل فون، زمینی فون

ساری سہولتیں چھین لی ہیں۔

بھارتیہ جنتا پارٹی اپنے مذموم عزائم کو حقیقت میں ڈھال رہی ہے۔ جمہوریت کے دعوے خاک میں مل رہے ہیں۔ سیکولرزم کے نظریے کو جھیل ڈل میں غرقاب کر دیا گیا ہے۔ بین الاقوامی میڈیا کا یہ تاثر ہے کہ نریندر مودی ٹولے نے اس وقت کو اپنی اس جسارت کے لئے موزوں اس لئے سمجھا کہ پاکستان اپنے داخلی تنازعات میں الجھا ہوا ہے۔ اقتصادی بحران سے دوچار ہے۔ حکومت مضبوط اپوزیشن کے سامنے بے بس ہے۔ پاکستان پر دہشت گردوں کی حمایت کے پراپیگنڈے نے دنیا کو پہلے ہی بہکایا ہوا ہے۔ چند دن شور مچے گا۔ پھر پاکستان بھی بھول جائے گا۔ اور عالمی رائے عامہ بھی۔ کشمیری عوام تو ہمیشہ سے احتجاج کرتے ہی رہتے ہیں، انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہوتی رہتی ہے، مسلمان عورتوں کی بے حرمتی بھی ہوتی رہتی ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں صرف رپورٹیں جاری کرتی ہیں۔ بھارتی استعمار نے پہلے بھی ان رپورٹوں کی پرواہ نہیں کی، اب کونسی نئی بات ہوگی۔

بھارتیہ جنتا پارٹی نے یہیں تاریخی غلطی کا ارتکاب کیا۔

تاریخ کا منطقی تقاضا تو یہ تھا کہ 72 برس سے مسلسل جدوجہد آزادی میں مصروف کشمیریوں کو حق خود ارادیت دیا جاتا۔ وہ بھارت یا پاکستان جس سے بھی الحاق کرنا چاہتے اس کے حق میں اپنی رائے دیتے۔ تاریخ کے پہیے کو کبھی پیچھے نہیں دھکیلا جا سکتا۔ ماضی میں ہٹلر مسولینی اور دیگر طالع آزماؤں نے جہاں جہاں بھی ایسی کوششیں کیں وہ وقتی طور پر کامیاب دکھائی دیں۔ لیکن بعد میں ان مہم جوؤں کا جو حشر ہوا وہ آسمان کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ کس طرح تاج اچھلے، تخت گرائے گئے۔ کئی دہائیوں سے 7 لاکھ فوجی کشمیریوں کی مزاحمت پر قابو نہیں پا سکے۔ اب جب 370 آرٹیکل کی منسوخی کے بعد کشمیریوں کے لئے 'اب یا کبھی نہیں' کا مرحلہ آ گیا ہے تو اضافی فوجی دستے بھی اس بہتے لاوے کو نہیں روک سکے۔ 12 روز سے مسلسل کرفیو رسل و رسائل کا انقطاع، رہنماؤں کی گرفتاریاں، آزادی کے لئے روشن مشعلوں کو نہیں بجھا سکیں۔ حریت پرستوں کی

آوازیں پوری دنیا تک پہنچ رہی ہیں بلکہ تحریک آزادی کشمیر کے بعض سرگرم رہنما تو نریندر مودی کا شکریہ ادا کررہے ہیں کہ ان کے اس غلط فیصلے نے مسئلہ کشمیر کو عالمی ایوانوں میں زندہ کردیا ہے۔

پانچ دہائیوں بعد اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل نے کشمیر کی صورت حال پر غوروخوض کے لئے اجلاس طلب کیا۔ بھارت کا یہ دعویٰ اقوام متحدہ نے مسترد کردیا کہ کشمیر میں شورش اس کا اندرونی معاملہ ہے۔

پاکستان کی حکومت نے معاملے کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے بہت تیزی سے اقدامات کئے۔کابینہ کی میٹنگیں، پھر دفاعی سلامتی کمیٹی کا اجلاس اور انتہائی جرأتمندانہ فیصلے، بھارتی ہائی کمشنر کو بے دخل کردیا گیا۔ دوطرفہ تجارت ختم کردی گئی۔اپنے سفیر کو دہلی جانے سے روک دیا گیا۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل، سکیورٹی کونسل کی صدر کو وزیر خارجہ نے خط لکھے۔سکیورٹی کونسل کے رکن ممالک کے سفیروں کو اپنے مؤقف سے آگاہ کیا۔چین کی قیادت سے رابطے کئے گئے۔ پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس طلب کیا گیا۔جس میں اپوزیشن لیڈر سمیت تمام پارلیمانی لیڈروں کو کھل کر اظہار کا موقع دیا گیا۔بعض اپوزیشن رہنماؤں کی طرف سے اس دوران داخلی مسائل پر چیخ پکار کو قوم کے کسی حلقے میں بھی پسند نہیں کیا گیا۔

پاکستان کی فوجی قیادت نے فوری طور پر جی ایچ کیو میں 6اگست 2019ء کو کور کمانڈر کانفرنس کا انعقاد کیا۔صورت حال پر تفصیلی غوروخوض کے بعد اعلان کیا گیا۔فوج کشمیریوں کی جدو جہد میں ان کے ساتھ کھڑی ہے اور اس ذمہ داری کو نبھانے کے لئے آخری حد تک جانے کے لئے تیار ہے۔واضح طور پر یہ کہا کہ پاکستان نے پہلے بھی آرٹیکل 370اور 35اے کے ذریعے کشمیر پر بھارتی قبضے کی کوشش کو قانونی قرار دینے کی کبھی حمایت نہیں کی۔یہ کوششیں اب بھارت نے خود منسوخ کردی ہیں۔فوج نے حکومت پاکستان کے تمام فیصلوں کی مکمل حمایت کی۔

امریکہ کے مؤقر جریدے ٹائم میگزین نے بجا طور پر اپنی رپورٹ پر سرخی جمائی

INDIA TAKES KASHMIR

BUT LOSES KASHMIRIS

بھارت کشمیر کو حاصل کرتا ہے

مگر کشمیریوں سے محروم ہوجاتا ہے۔

اس ٹائم میگزین نے حالیہ بھارتی انتخابات سے پہلے نریندر مودی کو Divider-in-Chief 'منقسم اعلیٰ' کے لقب سے یاد کیا تھا۔ 5 اگست کو نریندر مودی نے اپنے اس لقب کو سچا ثابت بھی کر دیا۔

مودی اوران کا ٹولہ بھارت میں واحد مسلم اکثریتی ریاست سے اس لئے خائف ہے کہ یہاں آرٹیکل 35A کے ہوتے ہوئے وہ مسلم اکثریت کو ہندو اکثریت میں نہیں بدل سکتا تھا۔ یہاں قیادت ہمیشہ مسلم قائدین کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ آرٹیکل 35A کے ہوتے ہوئے بھارت کے دوسرے حصّوں سے ہندو یہاں آ کر آباد نہیں ہو سکتے تھے۔ زمینیں جائیدادیں نہیں خرید سکتے تھے۔ اب اس آرٹیکل کی منسوخی کے بعد یہ پابندی ختم ہوگئی ہے۔ اب ہندوستان میں کہیں سے بھی انتہا پسند ہندو۔ آر ایس ایس کے شدت پسند کشمیر میں آ سکتے ہیں۔ جائیدادیں ہتھیا سکتے ہیں۔ اپنے کاروبار کر سکتے ہیں۔ بچے پیدا کر کے ہندو آبادی بڑھا سکتے ہیں۔

تاریخ مودی کے ان ہتھکنڈوں پر قہقہے لگا رہی ہے۔ یہ اتنا آسان بھی نہیں ہے کشمیر کا مسلم تشخص صدیوں پرانا ہے۔ پروفیسر غلام محمد شاد کی ایک مستند تصنیف 'میر سید علی ہمدانی اور کشمیر' میرے سامنے ہے۔ اس کے ناشر اشرف بک سینٹر ریڈ کراس روڈ سری نگر ہیں۔ سال طباعت 2007۔

وہ لکھتے ہیں:

''وادیٔ کشمیر اس لحاظ سے بہت ہی خوش قسمت ہے کہ مسلم حکومت کے ساتھ ساتھ یہاں کی ثقافت اور تہذیب و تمدن کی بنیاد بھی ساداتِ کرام کے مبارک ہاتھوں سے رکھی گئی۔ دراصل علماء و

صوفیائے کرام ہی کشمیر میں مسلم سلطنت اور حکومت کے اصلی معمار تھے۔ ان کی درویشی میں شہنشاہی اور ان کی قلندری میں شان سکندری تھی۔ ان کی خانقاہیں دراصل درس گاہیں تھیں۔ ان کی تبلیغی، روحانی اور علمی مساعی حکومت کے لئے دل کا کام انجام دیتی تھیں۔ عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ وہ مختلف ہنروں اور پیشوں میں مہارت رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے انہی کے ذریعہ علوم کے ساتھ ساتھ فنون بھی پھیل گئے، مدارس، مساجد، خانقاہیں اور دیگر عمارات تعمیر ہوئیں۔ قصبوں، شہروں اور دیہات کو نئی زندگی اور رونق مل گئی اور اس مقدس قافلے کا جو فرد جہاں پر قیام پذیر ہو گیا وہاں علمی، روحانی اور تہذیب مرکز کی بنیاد پڑ گئی۔ عرب، ایران، ترکی اور وسط ایشیا کے اسلامی علوم و فنون اور روحانیت کے خزانے کشمیر میں علماء و مشائخ و صوفیائے کرام کی بدولت ہی خاص و عام کے لئے کھل گئے۔ جس سے وادی کا کونہ کونہ منور اور روشن ہو گیا۔

چودھویں صدی عیسوی کے وسط میں کشمیریوں کے لئے اسلام بالکل انجانے اور اجنبی مذہب نہیں تھا۔ 1339 سے تین سو سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے وادی کشمیر میں اسلام اور مسلمانوں کی تہذیبی، تمدنی، مذہبی اور ثقافتی زندگی کی موجودگی کا سراغ ملتا ہے۔ سلطان صدر الدین رنچن تبت شاہ کے مختصر عہد حکومت میں، اعیانِ سلطنت کے ساتھ، فوج کے اکثر اعلیٰ افسر اور راجپوت لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کی تقلید میں تقریباً دس ہزار عام لوگ بھی حضرت سید بُلبُل شاہؒ کی تبلیغی مساعی سے دائرۂ اسلام میں آ گئے۔ صدر الدین نے حضرت بلبل شاہؒ کے لئے ایک خانقاہ، اس سے ملحق ایک لنگر خانہ اور ایک مسجد تعمیر کی۔ ان دونوں بزرگوں کی وفات کے بعد کشمیر میں اسلام کی پیشرفت اگرچہ کچھ وقت کے لئے رُک جاتی ہے لیکن شاہ میر کے سلطان شمس الدین کے لقب سے تخت نشین ہوتے ہی یہ پھر شروع ہو جاتی ہے۔''

اسلام اہل کشمیر کی رگوں میں خون کی طرح دوڑ رہا ہے۔ جیسے جیسے وقت آگے بڑھتا رہا۔ کشمیریوں کی اسلام سے وابستگی عشق کا درجہ اختیار کرتی رہی۔

اس کتاب کے صفحہ 8 پر یہ سطور اس دَور کی پیشرفت کا مزید صراحت سے ذکر کرتی ہیں۔

''شاہ میر حکومت کے مستحکم ہوتے ہی دربارِ نبویؐ کے ایک روحانی اشارے کے تحت حضرت میر سید علی ہمدانیؒ نے اپنے دو سفیر میر سید حسین سمنانیؒ اور میر سید تاج الدینؒ کو 772 ہجری (لگ بھگ 1371ء) میں حالات کے مشاہدے کے لئے کشمیر بھیجا۔ اپنی اسی سفارت کے عرصے میں حضرت میر سید حسین سمنانیؒ نے شیخ نور الدین کے والد ماجد سلر سنز (اسلامی نام شیخ سالار دینؒ) کی روحانی تربیت فرمائی۔ یہ اسی روحانی تربیت کا نتیجہ تھا کہ بعد میں شیخ نور الدین ریشی، حضرت میر محمد ہمدانیؒ کے حلقۂ ارادت میں آ کر ان کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے، ان سے فیض و تربیت پا کر، ترک رہبانیت کر کے اسلام کے زبردست داعی، خطیب، نقیب، متحرک، معلم اور پُر جوش مبلغ بن گئے۔ میر سید حسین سمنانیؒ اور میر سید تاج الدین نے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ کو کشمیر کے مفصل حالات سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد ہی حضرت امیر کبیرؒ پہلی بار بہ عہد سلطان شہاب الدین 774ھ (1373ء) میں کشمیر تشریف فرما ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی کشمیر کے صدیوں سے سست رفتار جہلم میں مدو جزر کے ساتھ ایک نہ رُکنے والا طوفان پیدا ہوا جو پرانے فرسودہ عقائد، بوسیدہ روایات اور غیر عوامی زبان کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔''

کشمیر میں مسلم ثقافت کا آغاز اور پھیلاؤ کیسے ہوا؟ اس کے لئے یہ سطور بہت معاونت کر سکتی ہیں۔

''اسلام ایک متحرک تبلیغی مذہب ہے یہ دنیا کے جس خطّے میں پہنچا، وہاں اس نے مقامی زبان، فلسفہ، خیالات، علوم و فنون اور شعر و ادب کو اپنے سانچے میں ڈھالا اور پھر ان سے حسب منشاء اور خاطر خواہ کام لئے۔ اسی کے نتیجے میں عربی، فارسی، ترکی اور اُردو کو مسلم ثقافت کی خاص زبانیں اور ان میں تحریر شدہ ادبی سرمائے کو اسلام اور مسلمانوں کا مخصوص ادب کہا جانے لگا۔ ان زبانوں کے مقابلے میں کشمیری زبان تو محدود علاقے کی زبان ہے، لیکن حال اس کا بھی یہی ہوا۔ سادات کرام نہ صرف کشمیر کے مستقل باشندے بن گئے بلکہ انہوں نے خود مقامی زبان سیکھی، اس کی سرپرستی کی اور اس زبان میں کتابیں بھی تصنیف کیں۔ غیر مسلموں کی کتابوں کے

فارسی زبان میں ترجمے کیئے۔اس طرح انہوں نے اپنی زبان اور ادب کو کشمیر میں رواج دیا۔کشمیر کے سلاطین خود بھی علم وادب سے شغف رکھتے تھے۔اکثر ساداتِ کرام عالم وفاضل تھے اور مختلف علوم وفنون اور ہنروں میں ماہر تھے۔یہ علوم وفنون،کسب وہُنر اور زبانیں انہوں نے کشمیر میں رائج کیں۔''

1339 سے شروع ہونے والی اسلام سے یہ شفتگی اور علاقہ دلوں اور ذہنوں کو تسخیر کرتا رہتا ہے پھر یہاں انگریز اپنی علمداری بڑھانے میں مسلم حکمرانوں کو راستے کی دیوار سمجھتے ہوئے یہاں سکھ اور ہندو حکمرانوں کو مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہے۔1947 میں تقسیم ہند کے وقت یہاں مہا راجہ ہری سنگھ کی حکومت تھی۔غیر جانبدار مؤرخین کا کہنا ہے کہ کشمیر کا پاکستان سے الحاق جغرافیائی اقتصادی اور تاریخی تناظر میں زیادہ فطری ہوتا کیونکہ ان دنوں جموں کشمیر کے جغرافیائی،مواصلاتی اور معاشی روابط زیادہ تر مغربی پنجاب کے ساتھ تھے۔مغربی پنجاب اور شمالی مغربی سرحدی صوبہ پاکستان کا حصّہ بننے والے تھے۔جموں کشمیر کا واحد ریلوے رابطہ نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ذریعے سیالکوٹ سے تھا جہاں سے کشمیر کا سرمائی صدر مقام جموں صرف 25 میل کے فاصلے پر تھا۔گرمائی صدر مقام سری نگر کو جانے والی تین شاہراہوں میں سے دو کشمیر میں اس علاقے سے داخل ہوتی تھیں جسے پاکستان میں شامل ہونا تھا۔سب سے پہلی شاہراہ جہلم ویلی روڈ تھا۔جو ہر موسم میں کھلی رہتی تھی۔196 میل میں سے 132 میل دریائے جہلم کے ساتھ ساتھ چلتی تھی۔

اقتصادی طور پر بھی کشمیر زیادہ تر ان علاقوں سے منسلک تھا جنہیں پاکستان میں شامل ہونا تھا۔لکڑی کے علاوہ 98 فی صد اشیاء کی برآمد وادئ کشمیر سے جہلم ویلی روڈ کے ذریعے ہی راولپنڈی تک کی جاتی تھی۔ان دنوں راولپنڈی،کشمیر سے اشیاء لانے اور کشمیر میں اشیاء لے جانے کے لئے مرکز یا ویئر ہاؤس کی حیثیت رکھتا تھا۔یہیں سے اشیاء دوسرے ملکوں میں لے جانے کے لئے کشمیر کے لئے کراچی قریب ترین بندرگاہ پڑتی تھی۔کلکتہ اور بمبئی وادئ کشمیر کے لئے بہت دور تھے اور اخراجات بھی بہت ہوجاتے تھے۔کشمیر اگر سیاحوں کے لئے پُرکشش مقام

تھا تو 1940 میں اعداد و شُمار کے مطابق یورپ اور ہندوستان کے ہزاروں مسافر وادیٔ کشمیر میں انہی علاقوں سے داخل ہوتے تھے جو پاکستان کا حصّہ بننے والے تھے۔

ان حقائق کی روشنی میں اس وقت عام خیال یہی تھا کہ کشمیر کا الحاق پاکستان سے ہوگا۔ مسلم اکثریت کی ریاست کے ہندو حکمران مہاراجہ ہری سنگھ کے لئے بھی یہ ایک پریشان کن مسئلہ تھا۔ کشمیر میں مسلم اکثریت تھی۔ اس وقت کی تقسیم کے برطانوی قواعد کے مطابق کشمیر کو پاکستان سے ہی الحاق کرنا چاہئے تھا۔ لیکن ہندو مہاراجہ کو مسلم مملکت سے الحاق کے بعد اپنی حکمرانی کے ختم ہونے کا خطرہ تھا۔ پھر شیخ عبداللہ اور ان کے حامی بھی پاکستان سے الحاق نہیں چاہتے تھے۔ فیصلہ کن موڑ اس وقت آیا جب 17 اگست 1947 کو پاکستان بھارت سرحدوں کا اعلان ہوا تھا۔ ریڈ کلف ایوارڈ نے اچانک گورداسپور کو انڈیا میں شامل کر کے بھارت سے کشمیر جانے کا راستہ دے دیا۔ اس طرح کشمیر کا پاکستان کے علاقوں پر کلّی انحصار ختم کر دیا گیا۔ 26 اکتوبر 1947 کو بالآخر وہ سیاہ دن آ گیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے بھارت سے الحاق کا اعلان کر دیا۔

یہ معلومات میں کرسٹوفر سنیڈن کی کتاب

The Untold Story of the People of Azad Kashmir

سے اخذ کر رہا ہوں۔

15 اگست 1947 سے لے کر آج تک بہادر، باشعور کشمیریوں نے بھارت کا تسلط قبول نہیں کیا ہے۔ اگر تاریخ کے تناظر میں دیکھا جائے تو بیسویں اور اکیسویں صدی میں دنیا کے کسی بھی خطّے میں یہ طویل ترین جنگ آزادی ہے۔ پاکستان کی مختلف حکومتوں نے کشمیر کے عوام کی اس جدوجہد میں سفارتی، سیاسی مدد کی ہے۔ لیکن یہ کشمیریوں کی خالص اپنی جدوجہد ہے۔ یہ جدوجہد اپنا ایک منطقی جواز رکھتی ہے کہ جغرافیائی، اقتصادی، عمرانی اور دینی کسی حوالے سے بھی کشمیر بھارت کا حصّہ بن ہی نہیں سکتا تھا۔ تاریخ بھی یہ کہہ رہی ہے، جغرافیہ بھی، اور اقتصادیات کے اصول بھی۔ بھارت کی نہرو حکومت سے لے کر مودی سرکار تک سب نے کشمیریوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہیں، فوج کی نفری

میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا ہے،مگر کشمیر میں آزادی کی لڑائی کو کبھی بھی ختم نہیں کیا جاسکا۔

بھارت نے تمام بین الاقوامی اصولوں اور تقسیم ہند کے وقت برطانیہ کے طے کردہ فارمولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلم اکثریت کے علاقے جموں کشمیر میں اپنی فوجیں اتار دیں۔ پاکستان نے اس وقت بھی پُرامن مملکت ہونے کا ثبوت دیا۔ان دنوں میں کشمیر کے عوام اور قبائلی مسلمانوں کی مزاحمت کی بدولت اکتوبر تا دسمبر 1947ء کے درمیان کشمیر کا 1/3 علاقہ آزاد کروالیا گیا جہاں آج آزد جموں و کشمیر حکومت کی عملداری ہے۔حکومت پاکستان کی امن دوست کوششوں کو بھارت نے اس کی کمزوری سمجھا۔اور دوسری طرف پوری دنیا میں یہ پراپیگنڈہ کیا کہ پاکستان نے اپنی فوج اور قبائلی بھیج کر بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔

اقوام متحدہ کی قراردادوں کا بہت حوالہ دیا جاتا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ اس وقت بھارت دباؤ میں آ گیا تھا۔اور وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے ہی اقوام متحدہ سے رجوع کیا۔ پاکستان کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ کشمیر کے عوام کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ رائے دیں کہ وہ ہندوستان یا پاکستان میں سے کس کے ساتھ الحاق چاہتے ہیں۔

بھارت کو بھی بالآخر اس رائے سے اتفاق کرنا پڑا۔ اقوام متحدہ کی قرارداد 21 اپریل 1948 کو دنیا کے سامنے آئی کہ علاقے سے ساری غیر ملکی افواج نکال لی جائیں اور سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ کی طرف سے نامزد ایڈ منسٹریٹر کی زیر نگرانی استصواب رائے کا انعقاد ہو۔

اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ بھارت کی طرف سے بے وفائی،عہد شکنی، بین الاقوامی اصولوں کی خلاف ورزی، بے شرمی، ڈھٹائی کی لامتناہی داستان ہے۔آل انڈیا کانگریس ہو یا جن سنگھ یا بھارتیہ جنتا پارٹی سب نے ہی کشمیری عوام کی آزادیاں سلب کیں۔انہیں ہمیشہ اپنے جبر و استبداد کا نشانہ بنایا۔کشمیر کو خصوصی حیثیت دے کر اسے جمہوریت کے ثمرات،کشمیریوں کو اپنے حقوق سے محروم رکھا۔کشمیر بیسویں اور اکیسویں صدی میں کرب و بلا کے مسلسل مناظر پیش کررہا ہے۔جیلیں بھری جاتی ہیں۔کشمیری نوجوان تختہ دار کو چومتے ہیں۔شہیدوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔مقبوضہ

کشمیر میں ہزاروں بیوائیں۔لاکھوں معذور ہیں۔Half Widows یعنی نیم بیوائیں ہیں۔جن کے خاوندوں کے بارے میں کچھ پتہ نہیں۔زندہ ہیں یا شہید ہو گئے۔لیکن یہ سہاگنیں اپنا سہاگ کھو بیٹھی ہیں۔کتنے بچے ہیں جو یتیمی میں ہی جوان ہو رہے ہیں اپنے مستقبل کے بارے میں انہیں کوئی یقین نہیں ہے۔بھارت مختلف ادوار میں بین الاقوامی دباؤ میں آ کر پاکستان سے مذاکرات کرتا رہا ہے۔لیکن کشمیر کو ہمیشہ اپنا اٹوٹ انگ قرار دیتا رہا۔تاریخ کے اوراق گواہی دیتے ہیں کہ لیاقت نہرو۔مذاکرات، پھر ایوب۔ نہرو مذاکرات، بھٹو۔ سورن سنگھ مذاکرات۔لیکن ان مذاکرات کے پردے میں بھارت پاکستان کے خلاف سازشوں میں مصروف رہا ہے۔

1965 میں ہندوستان نے کشمیر میں جدوجہد آزادی کا رُخ موڑنے کے لئے پاکستان کی بین الاقوامی سرحد پر جارحیت کرتا ہے۔اس کے بعد مشرقی پاکستان میں علیحدگی کے بیج بوتا ہے اور 1971 میں بعض عالمی قوتوں کے فوجی سفارتی تعاون سے مشرقی پاکستان پر فوجی تاراج کرتے ہوئے بنگلہ دیش قائم کر دیتا ہے۔اندرا گاندھی دعویٰ کرتی ہیں کہ ہم نے دوقومی نظریے کو خلیج بنگال میں غرق کر دیا۔لیکن بنگلہ دیش کے قیام سے برصغیر میں ایک اور مسلم مملکت کا اضافہ ہوا۔بھارت بنگلہ دیش کے قیام کو ابتدا میں اپنی فتح خیال کرتا تھا۔لیکن بعد میں بنگلہ دیش کے ساتھ بھی اس کے سرحدی تنازعات دریائی پانی پر اختلافات ابھر آئے۔ بنگلہ دیش کو اپنی کالونی سمجھنے کا خبط دور ہو گیا۔کسی بھی ہمسایہ ملک کے ساتھ بھارت کے تعلقات اچھے نہیں ہیں۔

شملہ معاہدہ میں بھی بھارت نے کشمیر کو متنازع تسلیم کیا۔مگر خودساختہ طور پر فرض کر لیا کہ دونوں ممالک اپنے مسائل دوطرفہ تعلقات کی بنیاد پر حل کریں گے۔اس معاہدے کا بھارت نے ہمیشہ غلط استعمال کیا۔ جب بھی کسی عالمی طاقت نے مسئلہ کشمیر پر ثالثی یا تعاون کی بات کی تو بھارت شملہ معاہدے کا حوالہ دیتا رہا۔

شملہ معاہدے کے بعد بھی پاکستان اور بھارت کے درمیان مذاکرات کے دَور چلتے رہے۔ مگر کشمیر میں بھارت اپنے تسلط اور جبر میں اضافہ کرتا رہا۔

1971 کے بعد ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی قوت میں کمی آئی ہے۔ انہوں نے اپنے مسائل کے سلسلے میں پاکستان کی طرف دیکھنا کم کر دیا۔ اس کمزوری سے بھی بھارت نے فائدہ اٹھایا۔ وہاں مسلمانوں کو سیاسی ہی نہیں سماجی اور معاشی طور پر بھی مسلسل محرومیوں کا شکار کیا گیا۔ بڑی بڑی نامور شخصیتیں اس عتاب کا نشانہ بنتی رہیں۔ جنرل پرویز مشرف کے دَور میں آگرہ مذاکرات بھارت کی ہٹ دھرمی کے باعث بے نتیجہ رہے۔ لیکن بعد میں وزیر اعظم من موہن سنگھ سے کامیاب مذاکرات ہوئے۔ سر کریک پر کچھ طے ہوا لیکن وادیٔ کشمیر پر بات چیت نتیجہ خیز نہیں رہی تھی۔

وزیر اعظم من موہن سنگھ نے 2009 میں ایک امریکی وفد سے اس سلسلے میں انکشاف کیا کہ ہم اور صدر مشرف کشمیر کے دیرینہ متنازع علاقے پر ایک معاہدے پر دستخط کرنے والے تھے کہ مشرف سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے خلاف اقدام کے بعد وکلا تحریک میں الجھ گئے۔ اور معاملات پر ان کا کنٹرول نہیں رہا۔ مجھے 2007 میں معاہدے پر دستخط کرنے کے لئے پاکستان جانا تھا۔

میں نے صدر مشرف سے پوچھا تھا کہ من موہن سنگھ یہ کہتے ہیں کہ وہ پاکستان اس لئے نہیں جاسکے کہ صدر مشرف کمزور پڑ گئے تھے۔ مشرف صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ نہیں وہ غلط کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے وعدہ خلافی کی۔ انہیں پاکستان آکر اپنے وعدے کے مطابق معاہدے پر دستخط کرنا چاہئیں تھے۔ وہ اپنے مخالفین سے ڈر گئے۔

میں نے کہا کہ وہ معاہدہ کیا اب بھی بھارت پاکستان کی حکومتیں کر سکتی ہیں۔ مشرف صاحب نے کہا کہ نریندر مودی کے وزیر اعظم بننے کے بعد اب ایسے کسی معاہدے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نریندر مودی کے بارے میں ان کا اندازہ بالکل درست ثابت ہوا۔ اب 5 اگست 2019 کے جارحانہ اقدامات کے بعد تو پاکستان بھارت کے درمیان کسی امن مذاکرات کا تصور

بھی نہیں کیا جا سکتا۔ موجودہ حکومت نے بالکل صحیح سمت میں قدم اٹھائے ہیں۔ بھارت سے سفارتی تعلقات کی سطح کم کی۔ تجارت بند کی۔ جس کا مقصد عالمی رائے عامہ کو یہ بتانا ہے کہ بھارت اس خطّے میں جنگ کے حالات پیدا کر رہا ہے۔ پاکستان ایسی سخت کارروائیوں پر مجبور ہے۔

بھارت اب تک پاکستان پر انتہا پسندوں کی سرپرستی کا الزام عائد کر کے دنیا کو پاکستان کی حمایت سے انکار کرنے پر مجبور کرتا رہا ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ 1979 کی بعض پالیسیوں کی وجہ سے ہمیں اب تک مشکلات کا سامنا ہے۔ بقول وزیر اعظم عمران خان ہم دوسروں کی جنگیں لڑتے رہے۔ اپنے آپ کو کمزور کرتے رہے۔ آرمی چیف جنرل قمر باجوہ نے بھی میونخ میں ہونے والی عالمی کانفرنس میں کہا کہ ہم 40 برس پہلے کی بوئی ہوئی فصل کاٹ رہے ہیں۔

آرمی پبلک سکول پشاور کے عظیم سانحے کے بعد پاکستان نے نیشنل ایکشن پلان تشکیل دیا جس پر اس وقت کی حکومت اور اپوزیشن متفق ہوئیں۔ اس کے زیادہ حصّے پر پاک فوج نے عملدرآمد کروایا۔ نیشنل ایکشن پلان اختیار کرنے سے ملک سے انتہا پسندوں کی منظّم کارروائیوں میں بہت کمی ہوئی۔ اور پاکستانی قوم نے من حیث القوم انتہا پسندی کے رُجحانات کو ختم کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ اس میں ابھی بہت سی منازل باقی ہیں۔ لیکن اس پلان کے ذریعے ہم ایک طرف دنیا کو یہ پیغام دینے میں سرخرو ہوئے کہ پاکستان کی سٹیٹ، قوم اور حکومت انتہا پسندی اور دہشت گردی کی سرپرستی نہیں کر رہی ہے بلکہ اس کی شکار ہے۔ اس کے اعلیٰ فوجی افسر، فوجی سپاہی اور سویلین اس کا شکار ہوئے ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں سب سے زیادہ کارروائیاں پاکستان کی قوم اور فوج نے انجام دی ہیں۔ اس نیشنل ایکشن پلان کی بدولت ہم بھارت کے پروپیگنڈے کو بھی بلا جواز ثابت کر سکے ہیں۔

عالمی رائے عامہ بھارت میں انسانی حقوق کی پامالی کی وارداتیں دیکھتی ہے۔ کشمیر میں بالخصوص جبر واستبداد اور ظلم وتشدد کے بھیانک مناظر کا بھی مشاہدہ کرتی ہے۔ لیکن اس کے تجارتی

اور مالی مقاصد آڑے آجاتے ہیں۔ ایک طرف سب سے بڑی جمہوریت ہونے کے دعوے پھر ایک ارب سے زیادہ صارفین کی مارکیٹ امریکہ اور یورپ کی اقوام کے لئے بڑی کشش رکھتی ہے۔ لیکن کشمیری عوام کی مسلسل قربانیوں نے عالمی رائے عامہ کو بھارت کے پروپیگنڈے کا پوری طرح قائل نہیں ہونے دیا۔ اس میں یقینا پاکستان کی وزارت خارجہ اور ہمارے سفارت خانوں کی کوششوں کا اتنا دخل نہیں ہے جتنا کشمیر کے نوجوانوں کی سرفروشی اور جانبازی کا کمال ہے۔

عالم اسلام میں انتشار ہے۔ امریکہ اور اس کے مغربی دوستوں نے مسلم ممالک کو تقسیم در تقسیم کررکھا ہے۔ عراق، مصر، لیبیا، الجزائر جو مسلمانوں کی انقلابی جدوجہد میں پیش پیش ہوتے تھے، وہاں داخلی طور پر اتنے مسائل پیدا کردیئے گئے ہیں کہ وہ اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

ہر بھارتی حکومت کی کوشش رہی ہے کہ کشمیر میں مسلم اکثریت کو کم کیا جائے۔ جموں میں ہندوؤں کی آبادی بڑھائی گئی۔

جہاں جہاں مسلم نوجوان تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں ان علاقوں میں بھارتی حکومتیں ترقیاتی منصوبے شروع نہیں کرتی رہی ہیں یہاں نوجوانوں کے لئے روزگار کے مواقع منسوخ کرتی رہی ہیں۔

اب نریندر مودی، ان کے وزیر داخلہ امیت شاہ اور ایک انتہا پسند لابی پورے ملک میں 'ہندوتوا' کے تحت بھارتی ہندوؤں کو مالی طور پر سماجی اعتبار سے مستحکم کررہے ہیں۔ 'ہندوتوا' کے پھیلاؤ میں سب سے بڑی رُکاوٹ کشمیر کے عوام ہیں اس لئے انہوں نے آرٹیکل 370 اور 35A ختم کرکے کشمیریوں کے رہے سہے حقوق بھی سلب کر لئے ہیں۔

صرف 2019 میں 160 کشمیری شہید کئے گئے۔ ہزاروں پابند سلاسل، اکثر علاقوں میں انٹرنیٹ کی سہولتیں نہیں دی جاتیں۔ موبائل فون منقطع کردیئے جاتے ہیں۔ 5 اگست کو تو پورے کشمیر میں یہ جبر کیا گیا۔ دو ہفتے بعد عالمی رائے عامہ کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے کہا گیا کہ مواصلاتی پابندیاں ہٹائی جارہی ہیں۔ سکول کھل رہے ہیں۔ مگر یہ صرف جموں کے علاقے میں

ہو رہا ہے۔ جہاں مزاحمت اس شدت کی نہیں ہوتی۔

عالمی ادارے، امریکی اور برطانوی تھنک ٹینک کشمیریوں کی رائے جاننے کے لئے سروے کرتے رہے ہیں۔ ان میں زیادہ تر کشمیریوں نے آزاد اور خودمختار کشمیر کے حق میں رائے دی ہے۔ بھارت سے الحاق کے حق میں بہت کم آراء آئی ہیں۔ عالمی اداروں کو بھی یہ یقین ہے کہ اگر استصواب رائے کا موقع دیں تو کشمیری بھارت سے کبھی بھی الحاق نہیں کرنا چاہیں گے۔ 1974 میں مجھے شیخ عبداللہ نے اپنے انٹرویو میں کہا تھا کہ بھارت کی پالیسیوں کی وجہ سے کشمیری سخت نالاں ہیں۔ اس لئے بھارت جھجکتا ہے استصواب رائے کروانے سے۔

بھارت کے ایک سنجیدہ لیڈر جے پرکاش نارائن نے یکم مئی 1956 میں ایک خط کے ذریعے بھارت کو خبردار کیا تھا:

''95 فی صد کشمیری مسلم بھارتی شہری نہیں رہنا چاہتے۔ انہیں طاقت اور جبر سے اس بات پر رضامند کرنا مناسب نہیں ہے۔ وقتی طور پر یہ پالیسی ممکن ہے موزوں محسوس ہو لیکن اس کے دیرپا سیاسی نتائج برآمد ہوں گے۔''

جے پرکاش نارائن کی یہ رائے درست تھی بھارت 72 سال سے کشمیریوں کے غم و غصّے کا سامنا کر رہا ہے۔ 8 لاکھ سے زیادہ فوج استعمال کر کے اربوں روپے خرچ کر کے کشمیری مسلمانوں کو آپس میں لڑوا کر کشمیر پر اپنا غاصبانہ قبضہ جاری رکھے ہوئے ہے۔

اب نریندر مودی نے کشمیر پالیسی کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی ہے، کشمیری جدوجہد مزید تیز ہو گئی ہے۔ پاکستان کے عوام بھی بیدار ہو گئے ہیں۔ مسلم ممالک میں بھی بعض شخصیتیں اور ادارے آواز بلند کر رہے ہیں۔

پاکستان نے کچھ قدم تو اٹھائے ہیں۔ لیکن ضرورت یہ ہے کہ آئندہ دس پندرہ برس کا پورا روڈ میپ بنایا جائے۔ آزاد جموں کشمیر کو آزادی کی جدوجہد کا بیس کیمپ بنایا جائے جیسے پہاڑی چوٹیوں کو تسخیر کرنے والے۔ نیچے بیس کیمپ بنا کر چوٹیاں سر کرتے ہیں۔ اس طرح آزاد جموں

کشمیر کو اپنے کشمیری بھائیوں کو بھارتی استبداد سے نکالنے کے لئے مہم چلانی ہوگی۔

دنیا بھر میں کشمیری پہلے سے ہی اس جنگ آزادی میں حصّہ لے رہے ہیں۔ان کی جدو جہد اور کوششوں کو ایک سمت دی جائے۔ پاکستان کی یونیورسٹیوں میں کشمیری جدوجہد آزادی پر تحقیق کروائی جائے یہ مقالات انگریزی اور دوسری عالمی زبانوں میں ترجمہ کر کے دنیا بھر میں تقسیم کئے جائیں۔

عالمی طاقتوں میں چین نے بھارت کو سخت جوابات دیے ہیں۔ بھارت کے حالیہ اقدامات کو چین کی سلامتی کے خلاف اقدامات قرار دیا ہے۔سکیورٹی کونسل کی نشست بھی چین کے اس مؤقف کے باعث ہی منعقد ہوسکی ہے۔ بھارت چین کے بیلٹ اینڈ روڈ کے کامیاب پروگرام سے بھی خوفزدہ ہے۔اس کی پیشرفت روکنے کے لئے وہ خطّے میں بے چینی پیدا کرنے کی سازشیں کر رہا ہے۔افغانستان میں کچھ عناصر بھارت کا ساتھ دے رہے ہیں۔

یہ امر باعث اطمینان ہے کہ پاکستان کی مسلح افواج نے ہمیشہ کشمیری عوام کی جدو جہد آزادی کی حمایت کی ہے۔1948,1965,1971اور 1999 کی کارگل کی جنگ میں کشمیر کے عوام کی حمایت کرتے ہوئے جانوں کے نذرانے بھی پیش کئے ہیں۔ لائن آف کنٹرول پر بھی اپنے شہریوں کی سلامتی کی حفاظت کرتے ہوئے پاک فوج کے افسر اور سپاہی گزشتہ کئی دہائیوں سے مسلسل اپنے خون سے سرحدوں کو سیراب کر رہے ہیں۔ پاکستانی فوج کی قیادت کشمیر کے مستقبل کے بارے میں واضح موقف رکھتی ہے۔ بھارت کی حکومت اور فوج کو بھی اچھی طرح اندازہ ہے کہ اگر کشمیر کے فلیش پوائنٹ پر جنگ چھڑی تو پاک فوج آخری حد تک جاسکتی ہے۔

*****

نمودِ سحر

اویس الحسن

کہہ دو اُس سے کہ کاٹ دیں گے
ہر ایک زنجیرِ آہنی کو
اور عزم و ہمت کے لشکروں سے
بُتانِ ظلمت کو توڑ دیں گے

مثالِ کوہِ گراں بنیں گے
کھڑے رہیں گے
اَڑے رہیں گے

گو اُس کے چنگل میں پھنس کے ہم نے
بہت سے لمحے گنوا دیئے ہیں
لٹا چکے ہیں عظیم بندے
اُٹھا چکے ہیں بہت سے لاشے

وچن ہے تجھ کو یہ یاد رکھنا
ہماری غیرت مری نہیں ہے
وہ آگ اب بھی سلگ رہی ہے

تمہارے خرمن کو جو جلا دے
تمہاری ہستی کو جو مٹا دے
ہمیں یقیں ہے فتح کا سورج
ہمارے حق میں بلند ہوگا

یقیں ہے باطل کا سر جھکے گا
پیامِ صبح بھی دے گا سورج
روپہلی کرنیں لئے افق سے

ہماری دھرتی سے جو اُٹھے گا
تمہارے حصے میں رات ہوگی
ہمارے آنگن میں دِن چڑھے گا
سکون دھرتی کو تب ملے گا

سحر کا جھونکا وہ جب چلے گا
امن کا دامن تبھی بھرے گا
وفا کے پھولوں کا رنگ اک دن

جہاں کو پھر سے یوں رنگ دے گا
شہادتوں کو امر کرے گا
رفاقتوں کو ثمر کرے گا

یہ یاد رکھنا!
یہ یاد رکھنا!

*****

نیا کشمیر

احمد فراز

میری فردوس و گُل و لالہ و نسریں کی زمیں
تیرے پھولوں کی جوانی ترے باغوں کی بہار

تیرے چشموں کی روانی ترے دریاؤں کا حُسن
تیرے کہساروں کی عظمت ترے نغموں کی پھوار
کب سے ہیں شعلہ بداماں و جہنم بکنار

تیرے سینے پہ محلات کے ناسوروں نے
تیری شریانوں میں اِک زہر سا بھر رکھا ہے

تیرا ماحول تو جنت سے حسیں تر ہے، مگر
تجھ کو دوزخ سے سِوا وقت نے کر رکھا ہے
تجھ کو غیروں نے سدا دستِ نگر رکھا ہے

ماہ و انجم سے تراشے ہوئے تیرے باسی
ظلم و ادبار کے شعلوں میں جہاں سوختہ ہیں

قحط و افلاس کے گرداب میں غرقاب عوام
جن سے تقدیر کے ساحل بھی برافروختہ ہیں
سال ہا سال سے لب بستہ زباں دوختہ ہیں

ان کی قسمت میں رہی محنت و دریوزہ گری
اور شاہی نے تری خُلد کو تاراج کیا

تیرے بیٹوں کا لہو زینتِ ہر قصر بنا
تجھ پہ نمرود کی نسلوں نے سدا راج کیا
ان کا مسلک تھا کہ پامال کِیا راج کیا

لیکن اب اے مری شاداب چناروں کی زمیں
انقلابات نئے دَور میں لانے والے

حشر اٹھانے کو ہیں اب ظلم کے ایوانوں میں
جن کو کہتا تھا جہاں بوجھ اٹھانے والے
پھر تجھے ہیں گُل و گلزار بنانے والے

*****

کشمیر بنے گا پاکستان

طاہر پرواز

سن لے سارا ہندوستان
کشمیر بنے گا پاکستان

وقت وہ آخر آ پہنچا ہے
غاصب کو خود بھی دِکھتا ہے

شوق شہادت اول و آخر
سب کا ہے ایمان
کشمیر بنے گا پاکستان

موئے مبارک حضرت بل اور چرار شریف
ان کی حرمت کی خاطر ہیں سب کے سب حلیف

پرچم چاند ستارے والا
انھیں عزیز از جان
کشمیر بنے گا پاکستان

آزادی کے سبز سویرے کی دہلیز پہ پہنچے
ہمت کس کی اب جو ان کو آگے بڑھ کر روکے

جان لٹانے کا یہ کر کے
آئے ہیں سامان
کشمیر بنے گا پاکستان

OUR OTHER PUBLICATIONS

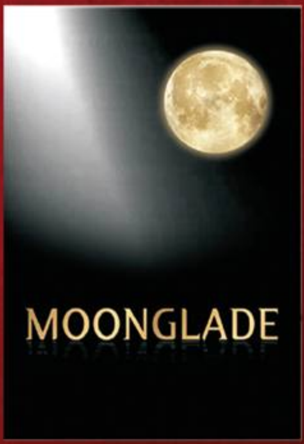

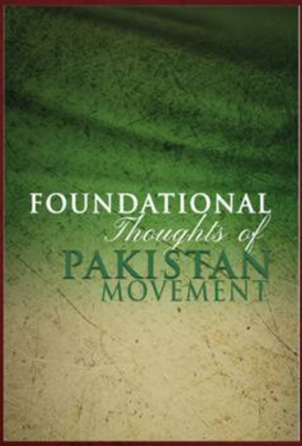

Published by
INTER SERVICES PUBLIC RELATIONS (ISPR)
Hilal Road, Rawalpindi, Pakistan
+92 51 9271617 | publications@hilal.gov.pk | www.ispr.gov.pk

HILAL
PUBLICATIONS